بقیع
FEBRUARY 2020
Regd. # MC-1177

بلوغ الآمال وحصول المرضاة

(بتحقیق حدیثی نجوم الاہتداء وسفینۃ النجاۃ)

اہلِ سنّت کا ہے بیڑا پار

تصنیف

شیخ الحدیث ابوحمزہ

مفتی محمد حسان رضا العطاری المدنی مدظلہ العالی

(محقق صحیح البخاری وحاشیۃ امام اہل السنۃ علی تقریب التہذیب)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

بلوغ الآمال وحصول المرضاة

(بتحقيق حديثي نجوم الاهتداء وسفينة النجاة)

اہلسنّت کا ہے بیڑا پار

تصنیف

شیخ الحدیث ابو حمزہ مفتی محمد حسان رضا عطاری المدنی مدظلہ العالی

(محقّق صحیح البہاری و حاشیۃ امامِ اہل السنۃ علی تقریب التہذیب)

ناشر

جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

جملہ حقوق بحق محقّق محفوظ ہیں۔

نام کتاب	:	بلوغ الآمال وحصول المرضاۃ
تحقیق وتصنیف	:	شیخ الحدیث مفتی محمد حسان رضا عطاری المدنی
صفحات	:	۸۰
اشاعت نمبر	:	۳۱۰
سنِ اشاعت	:	جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ / فروری ۲۰۲۰ء
تعدادِ اشاعت	:	۴۳۰۰
ناشر	:	جمعیتِ اشاعت اہلسنّت
		نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799

خوشخبری: یہ رسالہ www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرستِ مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۶	پیشِ لفظ	۱
۸	مقدمہ	۲
۱۱	«أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»	۳
۱۱	اقوالِ اہلِ علم	۴
۱۲	نصوص ائمہ	۵
۱۵	طرقِ حدیثِ مذکور	۶
۱۵	الحدیث الاوّل: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ	۷
۱۵	پہلا طریق	۸
۱۵	دوسرا طریق	۹
۱۶	پہلے طریق کے دوراویوں پر کلام کیا گیا ہے	۱۰
۱۸	پہلے راوی: سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی	۱۱
۱۸	ائمہ محدّثین کی رائے	۱۲
۱۸	لیس بالقوي کا معنی	۱۳
۲۵	البانی کا وہم اور اس کا رد	۱۴
۲۵	دوسرے راوی: حارث بن غصین	۱۵
۲۷	حافظ علائی کا اعتراض	۱۶
۲۷	الجواب عن ھذا الاعتراض	۱۷

۱۸	حافظ بزار کا اعتراض	۲۸
۱۹	الجواب عن هذا الاعتراض	۲۸
۲۰	اقول وباللہ التوفیق	۲۹
۲۱	ابن حزم کا اعتراض	۲۹
۲۲	اقول	۳۰
۲۳	امام حاکم کی جرح کس پر ہے؟	۳۱
۲۴	الطریق الآخر	۳۲
۲۵	الحدیث الثانی: حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ	۳۴
۲۶	الحدیث الثالث: حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما	۳۷
۲۷	الحدیث الرابع: حدیث سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ	۳۸
۲۸	الحدیث الخامس: حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما	۴۰
۲۹	الحدیث السادس: حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ	۴۱
۳۰	اولیاے امت کے نزدیک اس حدیث کا مقام	۴۴
۳۱	اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے	۴۶
۳۲	حدیث «مثل أهل بيتي»	۵۳
۳۳	احکام الائمہ	۵۳
۳۴	الحدیث الأول: حدیث سیدنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما	۵۴
۳۵	ابن لہیعہ پر تدلیس کے ذریعہ اعتراض	۵۶
۳۶	الجواب عن هذا الاعتراض	۵۷
۳۷	الحدیث الثانی: حدیثِ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ	۵۷

۳۸	الحدیث الثالث: حدیث سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۳
۳۹	الحدیث الرابع: حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۶۴
۴۰	الحدیث الخامس: حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۵
۴۱	الحدیث السادس: حدیث سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۶
۴۲	البانی کے اعتراضات کے جوابات	۶۷
۴۳	ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب	۷۱
۴۴	اقول وباللہ التوفیق	۷۱
۴۵	المصادر والمراجع	۷۳

پیشِ لفظ

نَحمدہ ونُصلّی ونسلّم علٰی رسولِہ الکریم

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کی اقتداء کروگے، ہدایت پاؤگے۔ (۱)

اور دوسری حدیث شریف میں ہے: تم میں میرے اہلِ بیت کی مثال کشتئ نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اِس میں سوار ہوگیا نجات پاگیا اور جو اِس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔ (۲)

سبحان اللہ! کیسی نفیس تشبیہ ہے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت کے تارے فرمایا اور دوسری حدیث میں اپنے اہل بیت کو کشتی نوح فرمایا سمندر کا مسافر کشتی کا بھی حاجت مند ہوتا ہے اور تاروں کی رہبری کا بھی کہ جہاز ستاروں کے رہنمائی پر ہی سمندر میں چلتے ہیں، اسی طرح امت مسلمہ اپنی ایمانی زندگی میں اہل بیت اطہار کے بھی محتاج ہیں اور صحابہ کبار کے بھی حاجت مند، اُمت کے لئے صحابہ کی اقتداء میں ہی اہتداء یعنی ہدایت ہے۔ (۳)

اور بحمدہ تعالیٰ ہم "اہلسنت وجماعت" نہ صرف اصحابِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اقتداء کرتے ہیں بلکہ محبتِ اہلِ بیت کی کشتی میں بھی سوار ہیں اور یوں ہم دونوں سے وابستہ ہیں، الحمدللہ ہمارا بیڑا پار ہے۔

---

(۱)۔۔:(مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، برقم ۲، ۶۰۱۸/۴۱۴، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م)

(۲)۔۔:(مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم ورضى الله عنهم، الفصل الثالث، برقم ۲، ۶۱۸۳/۴۴۳، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م)

(۳)۔۔:(مرآۃ المناجیح، صحابہ کرام کے فضائل، ۳۴۵/۸)

ویسے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب اور اہلِ بیت کے کثیر فضائل بیان فرمائے، اُنہی فرامین میں فضیلتِ صحابہ کے حوالے سے ایک فرمان "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ" ہے اور دوسرا فرمان شانِ اہلِ بیت کے متعلق "إِنَّ مِثْلَ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ مِثْلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هلك" ہے، اور اِس رسالہ بنام "بلوغ الآمال وحصول المرضاة" میں اِن دونوں احادیث کو ذکر کیا گیا ہے، اور نہ صرف یہی بلکہ قبلہ شیخ الحدیث حضرت علّامہ ابو حمزہ مفتی محمد حسان رضا عطاری مدنی زید علمہٗ نے مذکورہ احادیث کے تحت محدثین کے بیان کردہ احکام تحریر فرمائے ہیں، نیز اِن کی بعض اسانید پر بھی کلام کیا ہے، اور اِس پر اہلِ باطل کی جانب سے ہونے والے ناحق اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

الحمدللہ یہ اِن کی بہترین کاوش ہے، مولیٰ کریم ان کی اس سعی کو قبول فرمائے اور اِس تحریر کو عوام وخواص کے لئے نافع بنائے، موصوف بیک وقت ایک بہترین عالمِ دین ہونے کے ساتھ مفتی و محقق بھی ہیں۔ مجھے اِن سے مزید دینی خدمات کی توقع ہے، اللہ عزّوجل اِن کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور انہیں نیکیوں بھری طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین

لہٰذا ادارہ اس کو اپنے سلسلہ اشاعت نمبر ۳۱۰ پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل موصوف کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور موصف کے علم میں بہت بہت برکتیں عطا فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین۔

کتبہ عبدہٗ

محمد عطاء اللہ النعیمی غفرلہ

خادم الحدیث و الإفتاء بجامعة النور

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلیاً

صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالی علیہ اجمعین کی محبت اور تعظیم و تکریم ہم اہل سنت کے بنیادی نظریات میں سے ایک ہے۔ کُتُبِ سیرت وعقائد میں یہ بات مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم کی جائے۔

الحمد للہ یہ اہل سنت کا طُرۂ امتیاز ہے کہ ہم تعظیم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے شرف سے بھی مشرف ہیں اور محبت اہل بیت کی سعادت سے بھی بہرہ مند ہیں اور یہ وہ نعمت ہے جس سے ان شاء اللہ عزوجل دونوں جہاں میں ہمارا بیڑا پار ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالی سورۃ الشوری کی آیت ۲۳ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والحاصل أن هذه الآية تدل على وجوب حب آل رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وحب أصحابه، وهذا المنصب لا يسلم إلا على قول أصحابنا أهل السنة والجماعة الذين جمعوا بين حب العترة والصحابة، وسمعت بعض المذكرين قال: إنه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال: «مثل أهل بيتي كمثل سفينة نوح من ركب فيها نجا» وقال صلى الله تعالى عليه وآله وسلم: «أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»

ونحن الآن في بحر التكليف، وتضربنا أمواج الشبهات والشهوات، وراكب البحر يحتاج إلى أمرين، أحدهما: السفينة الخالية عن العيوب والثقب، والثاني: الكواكب الظاهرة الطالعة النيرة، فإذا ركب تلك السفينة ووقع نظره على تلك الكواكب الظاهرة كان رجاء

السلامة غالبا، فكذلك ركب أصحابنا أهل السنة سفينة حب آل محمد، ووضعوا أبصارهم على نجوم الصحابة، فرجوا من الله تعالى أن يفوزوا بالسلامة والسعادة في الدنيا والآخرة.

"حاصل کلام یہ ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اصحاب کی محبت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور یہ منصب صرف ہم اہلِ سنت وجماعت کے طریقہ کار پر حاصل ہوتا ہے، جو اہل بیت اور صحابہ دونوں سے محبت کرتے ہیں، میں نے بعض نصیحت کرنے والوں کو سنا، وہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی" اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان میں سے کسی کی پیروی کی وہ ہدایت پا گیا۔"

ہم اس وقت احکام شرعیہ کے سمندر میں ہیں، شبہات اور خواہشات کی لہریں اٹھتی جاتی ہیں، سمندر میں سفر کرنے والا دو چیزوں کا محتاج ہوتا ہے: ایک وہ کشتی جو عیوب اور ٹوٹ پھوٹ سے سالم ہو۔ دوسرا ان ستاروں کا محتاج ہوتا ہے جو ظاہر روشن اور چمکتے ہوں، جو ایسی کشتی میں سوار اور اس کی نظر ان چمکتے ستاروں پر ہو، تو عموماً اس کے لیے سلامتی ہی کی امید ہوتی ہے۔ ہم اہل سنت محبت آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نظریں صحابہ جو ستارے ہیں ان پر لگی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت میں سلامتی اور سعادت کی امید ہے۔[1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "جیسے طوفان نوحی کے وقت ذریعہ نجات صرف کشتی نوح علیہ السلام تھی ایسے ہی تا قیامت ذریعہ نجات صرف محبتِ اہل بیت اور ان کی اطاعت، ان کی اتباع ہے، بغیر اطاعت واتباع دعویٰ محبت بے کار ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ تارے ہیں، تم جس کی پیروی کروگے

(۱)۔۔:((التفسير الكبير))ج ۲۷،ص ٥٩٦

ہدایت پاجاؤ گے، گویا دنیا سمندر ہے اس سفر میں جہاز کی سواری اور تاروں کی رہبری دونوں کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ اہلِ سنت کا بیڑا پار ہے کہ یہ اہلِ بیت اور صحابہ دونوں کے قدم سے وابستہ ہیں، خوارج کے پاس کشتی نہیں، روافض کی نظر ان تاروں پر نہیں، یہ دونوں سمندر سے پار نہیں لگ سکتے۔ (۱)

نبی رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کثیر احادیث میں اپنے اہلِ بیت اور صحابہ علیہم الرضوان کے فضائل بیان فرمائے ہیں، ان کی تعظیم وتکریم کا حکم ارشاد فرمایا، ان کی توہین سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا، ان کی نیکی کا ثواب دیگر کے مقابلے میں زیادہ بیان فرمایا، ان کے لیے جنت کی بشارتیں دیں، یہ تمام اُمور احادیث میں مذکور ہیں۔

بعض احادیث اس حوالے سے مشہور ہیں اور زبان زدِ عام ہیں، انہی احادیث میں ایک مشہور حدیث «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ» دوسری حدیث «مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ» ہے۔

ہم اپنے اس مضمون میں ان دونوں احادیث پر ائمہ حدیث کے احکام بھی ذکر کریں گے اور ان کی بعض اسناد پر اپنی بساط کے مطابق کلام بھی کریں گے اور اس پر اہل باطل کے باطل اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کریں گے۔

مضمون دو حصوں میں منقسم ہے:

اوّل: حدیث «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ» پر

ثانی: حدیث «مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ» پر

---

(۱)۔۔:((مرأۃ المناجیح)) ج ۸ ص ۴۰۵

«أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم»

مذکورہ حدیث پر قدیماً وحدیثاً علما نے سنداً ومعناً مفصل کلام کیا ہے، اصولِ فقہ کی کُتُب میں بحث تقلید صحابی میں اس حدیث سے کثیر اُصولیین نے استدلال کیا ہے، مفسّرین، فقہا، محدّثین اپنا مستدل اس حدیث کو پیش کرتے رہے ہیں۔ محمد بن احمد بن عبد الہادی المتوفی ۷۴۴ھ نے اس حدیث پر ایک جزء تحریر کیا۔ یونہی مسند الدنیا فی عصرہ حافظ سید عبد الحی الکتانی الحسنی رحمہ اللہ تعالی (متوفی ۱۳۸۲ھ) نے "بوارق النجوم في حديث أصحابي كالنجوم" کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا، لیکن یہ دونوں رسالے مطبوع نہیں، نہ ہی ان کے مخطوط کے بارے میں کوئی علم ہوسکا۔ معاصرین میں سے کئی ایک نے اس حدیث پر رسائل تحریر کیے، حضور سیدی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالی نے طہ عبد الرؤف کے رد پر عربی رسالہ تحریر کیا اور اس حدیث کا حَسَن لغیرہ ہونا ثابت کیا ہے، نیز ابن حزم کے باطل اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس رسالہ کا نام "الصحابة نجوم الاهتداء" ہے۔

کثیر آئمہ مثلاً حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالی نے "کشّاف" کی تخریج پر مشتمل اپنی تصنیف "تخريج الأحاديث والآثار"، حافظ خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ تعالی نے "إجمال الإصابة في أقوال الصحابة" میں، امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ تعالی نے "المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر" میں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی نے "الأمالي المطلقة" اور "موافقة الخبر الخبر في تخريج أحاديث المختصر" میں اس حدیث کی اسانید پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

اقوالِ اہلِ علم:

اس حدیث پر باعتبار سند کے اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) بعض ائمہ جیسے امام احمد اور امام دارمی رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک اس حدیث کی

طرف صحیح ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور یہی مؤقف اولیائے امت اہلِ کشف رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۲) بعض ائمہ نے صراحتاً اس کا حَسَن ہونا ذکر کیا ہے، جیسے امام محدّث حسن بن محمد صغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے، نیز ان کی اس تحسین کو حافظ شرف الدین الحسین طیبی اور میر سید شریف جرجانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کرکے برقرار رکھا ہے۔ حافظ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ان تمام حضرات نے اس حدیث کو مطلق حَسَن کہا ہے، اس کے حسن لغیرہ ہونے کی صراحت نہیں کی۔

(۳) بحر العلوم علامہ عبد العلی اور علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے کثرتِ طُرُق کی وجہ سے اس پر حَسَن لغیرہ کا اطلاق کیا ہے۔ حافظ زرکشی، حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس کی اسانید کو ایک دوسرے کے لیے تقویت کا سبب بیان کیا ہے۔ ابن الوزیر صاحب ”العواصم والقواصم“ کے مطابق حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی اسانید ایک دوسرے کے لیے قوت کا سبب ہیں۔ یوں یہ ایک قوی حدیث قرار پاتی ہے۔

علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق امام صغانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مجموعہ کی وجہ سے اس کو حدیث حسن قرار دیا ہے، اس اعتبار سے دوسرا اور تیسرا قول ایک ہی قرار پائے گا۔

(۴) محدّثین میں سے بعض نے اس کی اسانید پر بحث کرتے ہوئے اس حدیث کے ضعیف ہونے کا قول کیا ہے، یعنی فرداً فرداً اس کی اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۵) ابن حزم ظاہری اور البانی نے صراحتاً اس حدیث کے باطل ہونے کا قولِ باطل کیا ہے۔

نصوص ائمہ:

اُوپر ذکر کی گئی تفصیل پر اوّلاً محدّثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حافظ شرف الدین الحسین بن محمد الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ) رحمہ اللہ تعالیٰ ”مشکاۃ المصابیح پر“ اپنی شرح میں فرماتے ہیں:

الحدیث حسنه الإمام الصغاني یعنی امام صغانی نے اس حدیث کو حَسَن قرار دیا ہے۔[۱]

(۲) اسی طرح میر سید شریف جرجانی حنفی قدّس سرّہ النورانی نے ”حاشیہ مشکاۃ المصابیح“ میں امام صغانی سے اس حدیث کا حَسَن ہونا نقل کرکے برقرار رکھا ہے۔[۲]

(۳) حافظ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمہ اللہ تعالی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

الحدیث الحسن۔ یہ حدیث حسن ہے۔[۳]

(۴) امام محقّق محدّث قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

«مثل أصحابي في أمتي مثل النجوم، فبأيهم اقتديتم اهتديتم» رواه الدارقطني، وابن عبد البر من حديث ابن عمر، وقد رُوي معناه من حديث عمر، ومن حديث ابن عباس، ومن حديث أنس، وفي أسانيدها مقال، لكن يشدّ بعضها بعضا- میرے صحابہ کی مثال میری امت میں ستاروں کی طرح ہے، ان میں سے جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔ یہ حدیث امام دار قطنی اور امام ابن عبد البر رحمہما اللہ تعالی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے، اسی معنی کی حدیث حضرت عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی مروی ہے، ان کی سندوں میں کلام ہے، لیکن یہ ایک دوسروں کو قوت دینے والی ہیں۔[۴]

(۵) حافظ محمد بن عبد اللہ بن بہادر زرکشی شافعی رحمہ اللہ تعالی اس کی اسانید پر

---

(۱)۔۔:((الكاشف عن حقائق السنن المعروف بشرح الطيبي على مشكاة المصابيح)) ج ۲ ص ۲۷۵-۲۷٤ تحت حديث ۲۱۳

(۲)۔۔:((حاشية المشكاة للسيد الشريف جرجاني)) ج ۱ ص ۲۲۵

(۳)۔۔:((فتح الإله في شرح المشكاة)) ج ۲ ص ۷۷

(۴)۔۔:((خلاصة الأفكار شرح مختصر المنار)) ۱۵۹ تقليد الصحابي

کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لکن يتقوى بعضها ببعض، لا سيما وقد احتج به الإمام أحمد واعتمد عليه في فضائل الصحابة، كما رواه الخلال في كتاب السنة، قال القاضي أبو يعلى: واحتجاجه به يدل على صحته عنده. میں کہتا ہوں: لیکن ان میں سے بعض بعض کے لیے متقوی ہیں، بالخصوص اس حدیث کے ساتھ امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے استدلال کیا ہے اور فضائل صحابہ میں اس پر اعتماد کیا ہے، جیسا کہ خلال نے ''کتاب السنۃ'' میں روایت کیا ہے۔ قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: امام احمد کا اس حدیث سے استدلال کرنا آپ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

(٦) محمد بن ابراہیم بن الوزیر صاحب ''العواصم والقواصم''(متوفی ۸۴۰ھ) نے امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ تعالی کے ''التمہید'' میں اس حدیث پر سکوت فرمانے کی وجہ پر کلام کرتے ہوئے ہوئے لکھا ہے:

وأما ابن عبد البر فاحتج به في التمهيد وسكت عليه، فلعله رأى مجموع تلك الطرق يقوى متن الحديث أو عرف له شواهد ما يقوى معناه، والله أعلم. حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے ''تمہید'' میں اس سے استدلال کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، شاید آپ کے نزدیک اس کا مجموعہ حدیث کے متن کو قوت دیتا ہے، یا آپ کو اس حدیث کے ان شواہد کی معرفت تھی جو اس کے معنی کو قوت دیتے ہیں۔ واللہ اعلم (۲)

(۷) بحر العلوم علامہ عبد العلی حنفی رحمہ اللہ تعالی ''فواتح الرحموت'' میں فرماتے ہیں:

وقد تكلموا عليه لكن لا ضير فإن له طرقا كثيرة، وبمثلها يبلغ

---

(١)ـ۔:((المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر)) صفحه ٨٤

(٢)ـ۔:((تنقيح الأنظار في معرفة علوم الآثار)) صفحه ١١٠

درجة الحسن. محدّثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے، لیکن کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ اس کی کثیر اسانید ہیں اور کثرتِ طُرُق کی وجہ سے حدیث درجہ حَسَن تک پہنچتی ہے۔[1]

طُرُقِ حدیثِ مذکور:

یہ حدیث مبارکہ بالفاظ متقاربہ چھ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے: حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر، حضرت سیدنا ابوہریرہ، حضرت سیدنا عمر، حضرت سیدنا انس، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس اور حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

الحدیث الاوّل: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

ان میں قوی تر سند حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے:

پہلا طریق:

امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالی نے "المؤتلف والمختلف" میں بطریق أحمد بن كامل بن خلف، عن عبد الله بن روح المدائنی، عن سلام بن سليمان، عن الحارث بن غصين، عن الأعمش، عن أبی سفيان، عن جابر رضی الله تعالى عنه مرفوعاً روایت کیا ہے، حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے "جامع بیان العلم" میں امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالی کے طریق سے روایت کیا ہے۔[2]

دوسرا طریق: امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالی نے "غرائب مالک" میں بطریق جمیل بن يزيد، عن مالك بن أنس، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن

---

(۱)۔۔:((فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت)) ج ۲ صفحه ۲۹٤

(۲)۔۔:((المؤتلف والمختلف للدارقطني)) ج ٤ ص ۱۰ ((جامع بيان العلم وفضله)) ج ۲ ص ۱۸۳ رقم ۸۹٥

جابر رضی اللہ تعالی عنه مرفوعاً روایت کیا ہے۔[1]

پہلے طریق کے دو راویوں پر کلام کیا گیا ہے:

کتب تخریج میں اس کے پہلے طریق کے دو راویوں پر کلام کیا گیا ہے:

(۱) سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی،

(۲) حارث بن غصین۔

سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی سے اس حدیث کو عبد اللہ بن روح المدائنی نے روایت کیا ہے اور ان سے قاضی احمد بن کامل بن خلف نے روایت کیا ہیں: قاضی احمد بن کامل بن خلف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

الشيخ الإمام العلامة الحافظ القاضي أبو بكر أحمد بن كامل بن خلف

حافظ ابو الحسین رزقویہ بیان کرتے ہیں:

لم تر عيناي مثله میری آنکھوں نے ان کی مثل نہیں دیکھا۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وَكَانَ من العلماء بالأحكام، وعلوم القرآن، والنحو والشعر، وأيام الناس، وتواريخ أصحاب الحديث، وله مصنفات فِي أكثر ذلك- فقہی احکام، علوم قرآن، نحو، شعر، احوال الناس، محدثین کی تاریخ کے عالم تھے اور ان فنون میں سے اکثر میں ان کی تصانیف ہیں۔

البتہ امام دار قطنی رحمہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے:

كان متساهلا ربما حدث من حفظه بما ليس في كتبه وأهلكه العجب، كان يختار لنفسه، ولا يقلد أحدا أملي كتابا في السنن، وتكلم على الأخبار. یہ متساہل تھے بسا اوقات ان باتوں کو اپنے حافظہ سے بیان کرتے تھے جو آپ کی کُتُب میں نہیں ہوتی تھیں، انہوں نے اپنا مذہب اختیار کیا تھا اور کسی ایک کی

---

(۱)۔۔:((تخريج الأحاديث والاثار)) ج ۲ ص ۲۲۹

تقلید نہیں کرتے تھے، سنن میں کتاب املاء کروائی اور احادیث کے متعلق کلام کیا۔[1]

لیکن ان میں سے کوئی ایسی بات نہیں جو ان کے ضعف پر دلالت کرے۔ امام ضیاء المقدسی اور امام حاکم رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی کُتُب میں ان کی احادیث روایت کی ہیں۔ جو ان کے نزدیک ان کی توثیق پر دلالت کرتی ہیں۔

امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو "الثقات" میں ذکر کیا ہے۔[2]

ان کی متابعت ضعیف راوی عمر بن الحسن بن علی بن مالک نے کی ہے۔[3]

یہ دونوں اس حدیث کو عبد اللہ بن روح بن زید المدائنی ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ عبد اللہ بن روح کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثقة

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "ثقات" میں ذکر کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الشيخ الثقة

ھبۃ اللہ بن الحسن الطبری لکھتے ہیں:

ثقة صدوق.[4]

---

(۱)۔۔:((سؤالات حمزة للدارقطني)) ص ١٦٤ رقم ١٧٤ ((تاريخ بغداد)) ج ٥ صفحه ٥٨٧ رقم ٢٤٧٧ ((سير أعلام النبلاء)) ج ١٥ ص ٥٤٤-٥٤٥ رقم ٣٢٣ ((تاريخ الإسلام)) ج ٧ ص ٨٨٥ رقم ٣٥٤

(۲)۔۔:((الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة)) ج ١ ص ٤٦٦ رقم ٥٥٥

(۳)۔۔:((الفوائد لأبي عمرو بن منده))ص ٢٩ رقم ٢٩ ((موافقة الخبر الخبر)) ج ١ ص ١٤٦((الأمالي المطلقه)) ص ٦٠

(۴)۔۔:((سؤالات السلمي للدارقطني)) ((تاريخ بغداد)) ج ١١ ص ١٢٢ رقم ٥٠٤٠((الثقات لابن حبان)) ج ٨ ص ٣٦٦ رقم١٣٩٠١((سير أعلام النبلاء)) ج ١٣ ص ٥

پہلے راوی: سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی

سلام بن سلیمان بن سوار: یہ مختلف فیہ راوی ہیں ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ جرح ہے کہ یہ ثقات سے منکر روایات لاتے ہیں، لیکن ہماری مذکور حدیث میں یہ متفرد نہیں، بلکہ ان کی حدیث کے شواہد بھی موجود ہیں۔

ائمہ محدّثین کی رائے:

ان کے بارے میں ائمہ محدّثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

عباس بن ولید نے ان کو ثقہ فرمایا ہے۔(۱)

ابو حاتم رازی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ليس بالقوی- بہت زیادہ مضبوط نہیں۔(۲)

ليس بالقوي کا معنیٰ:

"ليس بالقوي" اور "ليس بقوي" میں فرق ہے۔ لیس بقوی کا استعمال راوی سے احتجاج کی اصلاً نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ لیس بالقوی قوت کے اعلیٰ درجے کی نفی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، یہ بسا اوقات ایسے راوی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جس پر صدوق لہ اوہام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالے سے کئی مقامات پر تحقیق فرمائی ہے:

ربیعہ بن عثمان کے بارے میں حافظ ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ليس بالقوی

اس پر امام اہلِ سنت رحمہ اللہ تعالیٰ "میزان الاعتدال" پر اپنی تعلیقات میں فرماتے ہیں:

---

(۱)۔۔:((ميزان الاعتدال)) ج ٣ ص ٢٥٦ رقم ٣٣٥٩، ((تهذيب التهذيب)) ج ٣ ص ٥٧٠ رقم ٢٧٨٠، ((المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر للزركشي)) ص ٨٢ طبع دار الأرقم، ((إجمال الإصابة في أقوال الصحابة)) للعلائي ص ٥٩ طبع جمعية إحياء التراث الإسلامي.

(۲)۔۔:((الجرح والتعديل)) ج ٤ ص ٢٥٩ رقم ١١٢٠

أقول: فرق عظيم بين هذا وبين قولهم ''ليس بقوي'' فإنه نفي للقوة أصلا، وهذا نفي لأعلى درجات القوة فلا ينافي القوة بنفسه، وربما يُطلقون هذا اللفظ ومثله على صدوق له أوهام كما قال أبو حاتم: عثمان بن الحكم ليس بالمتقن، وقال أبو عمر: ليس بالقوي، وقال الحافظ في ((التقريب)): صدوق له أوهام. فاحفظ هذا الفرق النفيس بين المنكر والمعرف باللام، وإن لم تجده من غير، لكنه واضح جدا كما لا يخفى. *لیس بالقوی اور محدثین کے قول لیس بقوی کے درمیان بڑا فرق ہے؛ کیوں کہ لیس بقوی یہ قوت کی اصلاً نفی کے لیے آتا ہے اور یہ (لیس بالقوی) قوت کے اعلی درجے کی نفی کے لیے آتا ہے، بالکلیہ قوت کی نفی کے لیے نہیں آتا۔ بسا اوقات نقاد اس لفظ اور اس کے مثل کا اطلاق کرتے ہیں ایسے راوی پر جو صدوق ہو اور اس کے لیے بعض اوہام ہوں۔ عثمان بن الحکم کے بارے میں ابو حاتم نے کہا: متقن نہیں اور ابو عمر نے کہا: لیس بالقوی اور حافظ ابن حجر نے ''تقریب'' میں اس کے بارے میں لکھا: صدوق لہ اوہام۔ نکرہ اور معرف باللام کے درمیان اس فرق نفیس کو یاد رکھو اور اگر چہ تم اس کو کسی اور جگہ نہ پاؤ گے، لیکن یہ بالکل واضح بات ہے۔*(۱)

معتمد غیر مقلدین معلمی یمانی نے بھی اپنی ''تنکیل'' میں قریب قریب یہی تحقیق کی ہے۔(۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''الموقظۃ'' میں فرماتے ہیں:

وقد قيل في جماعات: ليس بالقوي واحتج به وهذا النسائي قد قال في عدة: ليس بالقوي ويخرج لهم في كتابه فإن قولنا ليس بالقوي ليس بجرح مفسد *ایک جماعت کے بارے میں کہا گیا ہے لیس بالقوی اور ان سے*

---

(۱)۔۔:((تعليقات الإمام أحمد رضا خان على ميزان الاعتدال)) مخطوط ص ۱۳-۱٤ ۱٤

(۲)۔۔:((التنكيل))ج ۱ ص ٤٤۲ طبع المكتب الإسلامي بتعليق الألباني

استدلال بھی کیا گیا ہے، یہ امام نسائی ہیں جو متعدد راویوں کے بارے میں لیس بالقوی کہتے ہیں اور پھر ان کی احادیث کی تخریج اپنی کتاب میں کرتے ہیں؛ کیوں کہ ہمارا قول لیس بالقوی یہ جرح مفسد نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وبالاستقراء إذا قال أبو حاتم:ليس بالقوي يريد بها:أن هذا الشيخ لم يبلغ درجة القوي الثبت، والبخاري قد يطلق على الشيخ ليس بالقوي ويريد أنه ضعيف استقرا کے ذریعے (یہ بات محقق ہے کہ) ابو حاتم جب کسی کے بارے میں لیس بالقوی کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ راوی قوی ثبت کے درجہ تک نہیں پہنچا اور امام بخاری بسا اوقات لیس بالقوی کا اطلاق کسی شیخ پر کرتے ہیں اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ضعیف ہے۔[۱]

یہاں لیس بالقوی کا اطلاق ابو حاتم ہی نے کیا ہے معنی اس کا یہ ہو گا کہ سلام بن سلیمان بن سوار قوی ثبت کے درجے تک نہیں پہنچے۔ ضعف کی جرح ان پر نہیں کی گئی۔

ابن حبان رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ صرف ابو عمرو بن العلاء سے ایسی روایات لاتے ہیں جو ثقات کے مبائن ہوتی ہیں اور جب یہ ان سے روایت میں منفرد ہوں تو ان سے احتجاج جائز نہیں۔ "کتاب المجروحین" میں لکھتے ہیں:

شيخ يروي عن أبي عمرو بن العلاء أشياء لا يتابع عليها، لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد، روى عن أبى عمرو بن العلاء، عن نافع، عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قرأ " فشاربون شرب الهيم " في أشياء يروي مثل هذا لا توافق حديث الثقات، بل يباين حديث الأثبات.[۲]

---

(۱)۔۔:((الموقظة في علم مصطلح الحديث)) ص ۸۳-۸۲

(۲)۔۔:((كتاب المجروحين)) ج ۱ ص ۴۳۳ رقم ۴۲۷

حافظ ابن طاہر المقدسی المعروف ابن القیسرانی رحمہ اللہ تعالیٰ "تذكرة الحفاظ (أطراف أحاديث كتاب المجروحين)" میں ابن حبان کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رواه سلام بن سليمان عن أبي عمرو بن العلاء عن نافع عن ابن عمر، وسلام هذا لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد.(۱)

اور یہاں نہ یہ ابو عمرو العلاء سے روایت کررہے ہیں اور نہ ہی یہ اس حدیث میں منفرد ہیں، بلکہ اس حدیث کے کثیر شواہد موجود ہیں۔ کما تقدّم وسیاتی۔

حافظ عقیلی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

في حديثه عن الثقات مناكير. ان کی ثقات سے حدیث میں منکر روایات ہوتی ہیں۔(۲)

اسی طرح حافظ ابن عدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اوّلاً یہ لکھا:

وهو عندي منكر الحديث.

پھر ابو عمر بن العلاء، کثیر بن سلیم، مسلمہ بن الصلت، ورقاء بن عمر، محمد بن طلحہ، شعبہ، حمزۃ الزیات، ابن ابی ذئب، محمد بن الفضل بن عطیہ اور نہشل سے ان کی روایات ذکر کرنے اور ان سے ان کی عدم متابعت کے بارے میں ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

ولسلام غير ما ذكرت، وعامة ما يرويه حسان إلا أنه لا يتابع عليه یعنی سلام کی اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور عام طور پر جو احادیث یہ روایت کرتے ہیں وہ حَسَن حدیثیں ہیں مگر یہ کہ ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔(۳)

لیکن یہاں ان اٹھارہ احادیث میں مذکورہ حدیث نہیں اور سلام بن سلیمان یہاں

---

(۱)۔۔:((تذكرة الحفاظ)) لابن طاهر المقدسي ص ۸۷ رقم ۱۸٦ ، میرے پاس یہ کتاب((تذکرۃ الحفاظ)) کے نام سے ہے جو دار الصمیعی ریاض سے مطبوع ہے، بعض دیگر مکتبوں سے یہ کتاب ذخیرۃ الحفاظ کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے۔

(۲)۔۔:((كتاب الضعفاء للعقيلي)) ج ۲ ص ۵۸۹ رقم ٦٧١

(۳)۔۔:((الكامل في ضعفاء الرجال)) ج ۵ ص ۵۳۳

پر منفرد بھی نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سلام بن سلیمان بن سوار حَسَن الحدیث راوی ہیں، عام طور پر ان کی احادیث حَسَن درجے کی ہی ہوتی ہیں، ابو حاتم کی جرح کا حاصل بھی یہی ہے۔

یہاں علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالی کی یہ شاندار تحقیق بھی پیش نظر رہے جو آپ نے "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" میں فرمائی ہے کہ بسا اوقات راوی ثقہ ہی ہوتا ہے، لیکن چوں کہ ایسی روایات لاتا ہے جس میں وہ منفرد ہوتا ہے تو محدّثین ایسی روایات پر منکر اور ایسے راوی پر منکر الحدیث کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ولا تظنن من قولهم هذا حديث منكر أن راويه غير ثقة، فكثيرا ما يطلقون النكارة على مجرد التفرد وإن اصطلح المتأخرون على أن المنكر هو الحديث الذي رواه ضعيف مخالفا لثقة، وأما إذا خالف الثقة غيره من الثقات فهو شاذ، وكذا لا تظنن من قولهم: فلان روى المناكير أو حديثه هذا منكر ونحو ذلك، أنه ضعيف-

محدّثین کے قول هذا حديث منكر سے یہ گمان نہ کرو کہ اس کا راوی غیر ثقہ ہے؛ کیوں کہ محدّثین بارہا محض تفرّد پر نکارت کا اطلاق کرتے ہیں، اگرچہ متاخّرین نے یہ اصطلاح مقرر کی ہے کہ منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف راوی نے ثقہ کی روایت کے مخالف روایت کیا ہو، بہر حال جب ثقہ راوی ہی دیگر ثقات کی مخالفت کرے تو ایسی حدیث شاذ ہوتی ہے اور اسی طرح ان کے قول فلان روى المناكير روایت کرتا ہے، یا ان کے قول حديثه هذا منكر وغیرہ اقوال سے گمان نہ کرو کہ اس کا راوی ضعیف ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

وقال الذهبي في ميزان الاعتدال في ترجمة عبدالله بن معاوية الزبيري: قولهم: منكر الحديث لا يعنون به أن كل ما رواه منكر بل إذا روى الرجل جملة، وبعض ذلك مناكير فهو منكر الحديث، وقال

أيضا في ترجمة أحمد بن عتاب المروزي: قال أحمد بن سعيد بن معدان: شيخ صالح روى الفضائل والمناكير، قلت: ما كل من روى المناكير يضعف. انتهى

امام ذہبی ''میزان الاعتدال''میں عبد اللہ بن معاویہ الزبیری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: محدّثین کا قول منکر الحدیث اس سے یہ محدّثین یہ مراد نہیں لیتے کہ یہ راوی جو حدیث روایت کرے گا وہ منکر ہی ہو گی، بلکہ راوی جب متعدّد احادیث روایت کرے اور اس میں بعض منکر ہوں تو وہ منکر الحدیث ہے۔ احمد بن عتاب المروزی کے ترجمہ میں بھی آپ نے فرمایا: احمد بن سعید معدان کہتے ہیں: صالح شیخ ہیں، فضائل اور مناکیر روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ راوی جو منکر حدیث روایت کرے اس کی تضعیف کی جائے۔

مزید فرماتے ہیں:

قلت: فعليك يا من ينتفع من ميزان الاعتدال وغيره من كتب أسماء الرجال ألا تغتر بلفظ الإنكار الذي تجده منقولا من أهل النقد في الأسفار، بل يجب عليك أن تثبت وتفهم أن المنكر إذا أطلقه البخاري على الراوي فهو ممن لا تحل الرواية عنه، وأما إذا أطلقه أحمد ومن يحذو حذوه فلا يلزم أن يكون الراوي ممن لا يحتج به-

وأن تفرق بين روى المناكير أو يروي المناكير أو في حديثه نكارة ونحو ذلك وبين قولهم منكر الحديث ونحو ذلك بأن العبارات الأولى لا تقدح الراوي قدحا يعتد به، والأخرى تجرحه جرحا معتدا به، وأن لا تبادر بحكم ضعف الراوي بوجود أنكر ما روى في حق روايته في الكامل والميزان ونحوهما، فإنهم يطلقون هذا اللفظ على الحديث الحسن والصحيح أيضا بمجرد تفرد راويهما، وأن تفرق بين قول القدماء: هذا حديث منكر وبين قول المتأخرين: هذا حديث منكر، فإن القدماء كثيرا ما يطلقون على مجرد ما تفرد به راويه وإن

کان من الأثبات، والمتأخرون يطلقونه على رواية راو ضعيف خالف الثقات

میں کہتا ہوں: اے وہ شخص جو "میزان الاعتدال" وغیرہ کتب اسماء الرجال سے انتفاع کرتا ہے تجھ پر لازم ہے کہ ان کتب میں اہلِ نقد سے منقول انکار کا لفظ جب تو پائے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا، بلکہ تجھ پر ثابت قدمی اختیار کرنا اور غور و فکر کرنا لازم ہے، منکر کا اطلاق جب امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کسی راوی پر کریں گے تو یہ راوی ان میں سے ہو گا جس سے روایت جائز نہیں اور جب اس کا اطلاق امام احمد رحمہ اللہ تعالی یا ان کی مثل ائمہ کرتے ہیں تو اس سے لازم نہیں آتا کہ راوی ان رواۃ میں ہو جس سے روایت جائز نہ ہو اور تجھ لازم ہے کہ تو فرق کرے محدّثین کے قول روی المناکیر، یروی المناکیر، فی حدیثہ مناکیر اور ان کے قول منکر الحدیث کے درمیان؛ کیوں کہ پہلی عبارات یہ راوی میں معتد بہ عیب پیدا نہیں کرتی اور دوسری عبارت معتد بہ عیب پیدا کرتی ہے اور راوی پر اس وجہ سے ضعف کا حکم لگانے میں جلدی نہ کرو کہ اس کی روایت کے بارے میں کامل اور میزان وغیرہ میں انکر ما روی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؛ کیوں کہ اس کا اطلاق یہ حضرات حدیث حَسَن اور صحیح پر بھی اس کے راوی کے اس حدیث کے ساتھ متفرد ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں اور تم پر متقدّمین کے قول یہ حدیث منکر ہے اور متاخّرین کے قول یہ حدیث منکر ہے کے درمیان فرق کرنا لازم ہے کیوں کہ متقدّمین بکثرت اس کا اطلاق اس حدیث پر کرتے ہیں جس کو روایت کرنے میں راوی متفرد ہو اور متاخّرین اس کا اطلاق ضعیف کی روایت جس میں اس نے ثقات کی مخالفت کی ہے پر کرتے ہیں۔ (۱)

اس تفصیل سے بھی واضح ہو گیا کہ سلام بن سلیمان کی روایات کو منکر کہنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ثقات کی مخالفت کرتے ہیں، بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ یہ اپنی روایات میں متفرد ہوتے ہیں، وہ بھی تمام میں نہیں، بلکہ ابن عدی رحمہ اللہ تعالی کے مطابق ان کی

---

(۱)۔۔:((الرفع والتکمیل)) ۲۱۱-۲۰۰

عام روایات حَسَن ہوتی ہیں اور حدیثِ مذکور میں انہوں نے کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہیں کی۔

البانی کا وہم اور اس کا رد:

یہاں البانی کو وہم ہوا اور موصوف، سلام بن سلیمان بن سوار کو سلام بن سلیم ابو سلیمان الطویل سمجھ بیٹھے جن پر سخت جرح کی گئی ہے اور لکھ ڈالا کہ اس کے ضعف پر اجماع ہے، بلکہ ابن خراش رافضی کے حوالے سے اس کو کذاب لکھا۔ اسی طرح ابن حبان کے حوالے سے لکھا کہ یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ حالاں کہ یہ راوی سلام بن سلیم الطویل ہے ہی نہیں، یہ سلام بن سلیمان بن سوار المدائنی ہیں۔ جس پر **پہلی دلیل** تو یہ ہے کہ ان کی توثیق عباس بن الولید نے کی ہے جیسا کہ حافظ ذہبی، حافظ علائی، حافظ زرکشی اور حافظ عسقلانی رحمہم اللہ تعالی کے حوالے سے گزر چکا اور یہ توثیق ابن سوار رحمہ اللہ تعالی کی ہے، نہ کہ سلام الطویل کی۔ اسی طرح دیگر ائمہ کے اقوال جو گزر چکے، ان ہی سے متعلق ہیں۔

دوسری دلیل: عبد اللہ بن روح جو اس حدیث کو سلام بن سلیمان سے روایت کرتے ہیں، ان کی ولادت ۱۸۷ھ میں ہوئی، کما فی "تاریخ بغداد" ج۹ ص ۴۵۴۔ جب کہ سلام بن سلم الطویل کا انتقال ۱۷۷ھ میں ہو گیا، کما فی "تہذیب التہذیب" ج۳ ص ۵۶۹۔ اس صورت میں عبد اللہ بن روح اپنی پیدائش سے دس سال پہلے انتقال کرنے والے راوی سے کیسے روایت کر سکتے ہیں؟

البانی کی اس غلطی اور وہم کا اعتراف اس کے مداح خالد بن منصور نے بھی اپنے رسالے میں کیا ہے جو اس حدیث کی تحقیق پر لکھا گیا ہے۔ لیکن عبد اللہ بن محمد السحیم نے اپنے رسالے میں جو اسی حدیث کی تحقیق پر لکھا ہے، باوجود غلطی کے ظاہر ہونے کے البانی کے اس وہم پر کوئی تنبیہ نہیں کی، بلکہ اس حدیث کو موضوع کہنے والوں میں ابن حزم کے ساتھ البانی کا نام شامل کیا ہے۔

دوسرے راوی: حارث بن غصین

دوسرے راوی حارث بن غصین ہیں۔ ان پر یہ جرح کی گئی ہے کہ یہ مجہول

ہیں۔[۱] لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: قد ذكره ابن حبان في الثقات، وقال: روى عنه حسين بن علي الجعفي، فهذا قد روى عنه اثنان ووثق فلا يقال فيه مجهول. یعنی، میں کہتا ہوں: ان کو ابن حبان نے "ثقات" میں ذکر کیا اور کہا: ان سے حسین بن علی جعفی نے روایت کیا، لہذا جب ان سے دو راویوں نے روایت کیا ہے اور ان کی توثیق بھی کی گئی، تو ان کو مجہول نہیں کہا جائے گا۔[۲]

پھر اس کے بعد آپ نے سلام بن سلیمان پر جرح وتعدیل ذکر کی ہے، جس پر تفصیلی کلام ما قبل میں گزر چکا ہے۔

حارث بن غصین کو حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالی نے بھی "کتاب الثقات" میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے:

ابن غصين مجود ابن غصین مجود ہیں۔[۳]

اور ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے مجہول لکھا ہے۔ (مجہول ہونے کا رد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے گزر چکا ہے)[۴]

حاصل یہ ہے کہ حارث بن غصین مجہول نہیں۔ نہ مجہول الحال، نہ مجہول العین؛

---

(۱)۔۔:((جامع بيان العلم وفضله)) ج ٢ ص ١٨٢ رقم ٨٩٥((المعتبر في تخريج المنهاج والمختصر)) ص ٨٢((إجمال الإصابة)) ص ٥٩

(۲)۔۔:((الأمالي المطلقة)) ص ٦١

(۳)۔۔:في لسان المحدثين: هذه الكلمة تكررت كثيراً في ((سير أعلام النبلاء)) و((تذكرة الحفاظ) للذهبي ، ووردت في غيرهما من كتب التراجم التي صنفها المتأخرون ؛ والمراد بها الثناء على المحدث المتقن بتجويده صنعته وضبطه لكتبه وأحاديثه ؛ ولذلك فإنك كثيراً ما ترى كلمة (المجوِّد) هذه مقرونة بكلمة (الحافظ) أو (المحدث الثقة) أو (البارع) أو (المتقن) ، أو نحو ذلك من ألفاظ التوثيق والثناء على حال الرجل في روايته.

(۴)۔۔:((الثقات ممن لم تقع في الكتب الستة)) ج ٣ ص ٢٥٣-٢٥٤ طبع دار ابن عباس قاهره

کیوں کہ ان کی توثیق ابن حبان وغیرہ سے ثابت اور ان سے دو سے زائد راویوں نے روایت کیا ہے۔ اصل کلام سلام بن سلیمان پر تھا، جس کی تحقیق گزر چکی۔

یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ابن حبان توثیق میں متساہل ہیں، تو ان کی توثیق کا اعتبار کیسے کیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی توثیق میں ابن حبان متفرد نہیں، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ان کے لیے مجود کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور یہ بھی ضبطِ راوی کے بیان کے لیے آتے ہیں۔

حافظ علائی کا اعتراض:

حافظ خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قلت:وشيخه الحارث بن غصين لم أجد من ذكره بتوثيق ولا جرح فهو مجهول، ثم الحديث شاذ بمرة، لكونه من رواية الأعمش وهو ممن يجمع حديثه ولم يجىء إلا من هذه الطريق، ولا يحتمل من راوية الانفراد بمثله فهو شاذ أو منكر كما هو مقرر في موضعه. میں کہتا ہوں: سلام بن سلیمان کے شیخ حارث بن غصین ہیں، میں نے ان کی توثیق اور جرح نہیں پائی، یہ مجہول راوی ہیں، پھر یہ حدیث شاذ ہی ہے؛ کیوں کہ یہ اعمش کی روایت سے ہے اور اعمش کی روایت کو جمع کیا جائے گا تو یہ روایت نہیں آئی مگر اسی طریق سے اور جس طرح کا راوی اس کو روایت کر رہا ہے وہ اس طرح کے انفراد کا محتمل نہیں تو یہ شاذ یا منکر ہوئی جیسا کہ اپنے مقام پر مقرر ہے۔(۱)

یعنی چوں کہ اعمش سے یہ حدیث حارث بن غصین ہی روایت کرتے ہیں اور وہ مجہول ہے، لہذا ایسے انفراد کے وہ تو محتمل نہیں ہوسکتے کوئی ثقہ راوی ہوتا تو وہ محتمل ہوسکتا تھا۔

الجواب عن هذا الاعتراض:

---

(۱)۔۔:((إجمال الإصابة)) ص ۵۹

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی "موافقۃ الخبر الخبر" میں فرماتے ہیں:

أخرجه ابن عبد البر من هذا الوجه، وقال: هذا إسناد لا تقوم به حجة والحارث مجهول، قلت: والآفة فيه من الراوي عنه، وإلا فالحارث قد ذكره ابن حبان في الثقات وقال: روى عنه حسين الجعفي یعنی حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے اسی طریق سے اس حدیث کی تخریج کی اور فرمایا کہ اس کے ذریعے حجت قائم نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ حارث مجهول ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس سند میں آفت حارث سے روایت کرنے والے سے ہے (یعنی سلام بن سلیمان سے)، ورنہ حارث کو تو ابن حبان نے "ثقات" میں ذکر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان سے حسین الجعفی نے روایت کیا ہے۔[1]

نیز حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالی نے "الثقات" میں ان کی امام بخاری سے توثیق ذکر کی ہے کما تقدم۔

لہذا حافظ علائی رحمہ اللہ تعالی کا اعتراض یہاں متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

حافظ بزار کا اعتراض:

ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ امام بزار رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا:
اعمش کا سماع ابو سفیان سے نہیں ہے۔

الجواب عن هذا الاعتراض:

اس کا جواب امام حافظ بوصیری رحمہ اللہ تعالی "مصباح الزجاجۃ" میں یہ دیتے ہیں:

وهذا غريب فإن روايته في الكتب الستة وهو معروف بالرواية عنه یہ غریب قول ہے؛ کیوں کہ اعمش کی ابو سفیان سے روایت صحاح ستہ میں موجود

(۱)۔۔:((موافقة الخبر الخبر في تخريج أحاديث المختصر)) ج ۱ ص ۱٤٦ طبع مكتبة الرشد

ہیں اور اعمش ابو سفیان سے روایت کرنے میں مشہور ہیں۔[(۱)]

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالی "شرح علل ترمذی" میں امام بزار رحمہ اللہ تعالی کے اس قول پر فرماتے ہیں:

وهو بعيد، وحديث الأعمش عن أبي سفيان مخرج في الصحيح-
یہ قول بعید ہے؛ کیوں کہ اعمش کی ابو سفیان سے حدیث کی تخریج صحیح میں موجود ہے۔[(۲)]

صحیح مسلم، سنن ابو داود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان میں اعمش عن ابی سفیان عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی سند سے بکثرت احادیث موجود ہیں۔ بلکہ خود صحیح بخاری میں حدیث ۳۵۹۲، اسی سند کے ساتھ ہے۔

ان میں سے کئی احادیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی نے حسن کہا ہے۔

میں صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور جامع الترمذی سے یہاں صرف چند احادیث کے نمبر ذکر کر دیتا ہوں تمام کو ذکر کرنا طوالت کا سبب ہو گا۔ صحیح مسلم رقم ۱۱۷،۲۷۹، ۱۱۸۷، ۱۵۵۵، ۱۸۰۲، جامع الترمذی رقم ۱۹۳۷، ۲۲۵۰، ۲۶۱۸، صحیح ابن حبان رقم ۲۵۶، ۶۳۸، ۱۴۵۳، ۱۶۶۴، ۱۷۲۵، صحیح ابن خزیمہ رقم ۳۹۳، ۴۴۴، ۱۰۰۴۔

اقول وباللہ التوفیق:

بلکہ صحیح ابن خزیمہ کی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے، اعمش فرماتے ہیں:

سمعت أبا سفيان يقول: سمعت جابراً[(۳)]

لہذا یہ اعتراض اصلاً درست ہی نہ ہوا کہ اعمش کا ابو سفیان سے سماع ثابت نہیں۔
اس تفصیل سے یہ اعتراض بھی مرتفع ہو گیا کہ ابو سفیان کا حضرت سیدنا جابر رضی اللہ

---

(۱)۔۔:((مصباح الزجاجة)) ج ۲ ص ٦١ طبع دار العربية
(۲)۔۔:((شرح علل الترمذي)) لابن رجب ج ۲ ص ٧٤٧
(۳)۔۔:((صحيح ابن خزيمة)) ج ١ ص ٥٦٢ رقم ١١٣٣

تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں۔

ابن حزم کا اعتراض:

ابن حزم نے "الاحکام" میں ابو سفیان طلحہ بن نافع کو ضعیف کہا ہے۔ [۱]

یہ ابن حزم کا ظلم ہے، ابو سفیان طلحہ بن نافع جو صحیح مسلم کے راوی ہیں، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی چار احادیث مقروناً بغیرہ ان سے روایت کی ہیں ان کو ضعیف کہہ دیا، اس کا جواب خود البانی وغیرہ نے دیا ہے:

وأما أبو سفيان فليس ضعيفا كما قال ابن حزم ، بل هو صدوق كما قال الحافظ في التقريب، وأخرج له مسلم في صحيحه [۲]

اقول:

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے چار احادیث مقروناً بغیرہ روایت کی ہیں، کما في تهذيب التهذيب۔ [۳]

ابن حزم کا یہ تشدّد اہلِ علم کے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس نے امام ترمذی، امام ابو القاسم البغوی، اسماعیل بن محمد الصفار ابو العباس وغیرہ مشہور ائمہ کو مجہول کہہ دیا ہے، بلکہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجہول لکھا ہے۔ تفصیل کے لیے "الرفع والتکمیل" (صفحہ ۲۹۲-۲۹۷) مع تعلیقات شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کا مطالعہ فرمائیں۔

دوسرا اعتراض ابن حزم نے یہ کیا:

سلام بن سليمان يروي الأحاديث الموضوعة وهذا منها بلا شك [۴]

---

(۱)۔۔:((الإحكام في أصول الأحكام)) ج ٦ ص ٢٢١

(۲)۔۔:((سلسلة الأحاديث الضعيفه)) ج ١ ص ١٤٤ رقم ٥٨

(۳)۔۔:((تهذيب التهذيب)) ج ٤ ص ١٢٠ رقم ٣١١٧

(۴)۔۔:((الإحكام في أصول الأحكام)) ج ٦ ص ٢٢١

حالاں کہ آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں کہ ان پر زیادہ سے زیادہ جرح یہ کی گئی ہے کہ یہ منکر روایات لے کر آتے ہیں، کسی نے بھی ان کو کذاب یا موضوع احادیث روایت کرنے والا نہیں کہا، یہ بھی ابن حزم کا ظلم و جزاف ہے۔ یہ جرح ابو سلیمان سلام بن سلم الطویل پر ہے۔

امام حاکم کی جرح کس پر ہے؟

یہاں تین راوی ہیں جن کے نام سلام بن سلیمان ہیں:

(۱) سلام بن سلیمان التمیمی السعدی المدائنی الطویل، ان کا صحیح نام سلام بن سلم ہے، ان کی کنیت ابو سلیمان ہے، دو کنیت مزید ہیں، ابو ایوب اور ابو عبد اللہ

(۲) سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی، المدائنی، ان کی کنیت ابو العباس ہے۔

(۳) سلام بن سلیمان المزنی القاری النحوی الکوفی، ان کی کنیت ابو المنذر ہے۔

سلام بن سلیمان التیمی اوّل کا سن وفات ۱۷۷ ہجری ہے، ان کے شیوخ میں حمید الطویل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ثور بن یزید کا بھی۔ حمید الطویل کا سن وفات ۱۴۴ھ ہے، جب کہ ثور بن یزید کا ۱۵۰ھ۔

جب کہ سلام بن سلیمان بن سوار الثقفی المدائنی ہماری مذکورہ حدیث کے راوی کا سنِ وفات ۲۱۶ھ کے بعد ہے۔ ان کے شیوخ میں حمید الطویل کا ذکر بھی نہیں اور نہ ثور بن یزید کا۔ دونوں کے سن وفات میں تقریباً ستر سال کا وقفہ ہے۔ البتہ ان کے شیوخ میں سلام بن سلیمان التیمی الطویل کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بات کو پیش نظر رکھ کر امام حاکم کی اس جرح کو ملاحظہ فرمائیں: سلام بن سليمان المدائني وهو الذي يقال له التميمي وكنيته أبو سليمان روى عن حميد الطويل وأبي عمرو بن العلاء وثور بن يزيد أحاديث موضوعة[1]

یہ جرح امام ابو احمد الحاکم کی طرف سے ابو سلیمان سلام بن سلم پر ہے، جن کو

(۱)۔۔:((المدخل إلى الصحيح)) ج ۱ ص ۱۹۰ رقم ۷۳

سلام بن سلیمان بھی کہا جاتا ہے اور انہی کی کنیت ابو سلیمان معروف ہے۔ سلام بن سلیمان بن سوار ابو العباس سے اس جرح کا تعلق نہیں۔

حافظ مغلطائی رحمہ اللہ تعالیٰ ابو العباس سلام کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وزعم النقاش أنه يكنى أبا سليمان أيضا وكذلك الحاكم أبو عبد الله قالا: وروى أحاديث موضوعة[۱]

حافظ مغلطائی اگرچہ اسے امام حاکم کا گمان بتارہے اور ظاہراً آپ کارد کررہے ہیں، لیکن اس جرح کا اصلاً سلام بن سلیمان ابو العباس کے ساتھ تعلق ہی نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاکم کی اس جرح کو سلام بن سلم الطویل کے ترجمے میں ہی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

قال الحاكم: روى أحاديث موضوعة[۲]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس کی سند بے غبار ہے، درجہ حَسَن تک یہ سند پہنچتی ہے۔ اسی لیے امام صغانی نے اس کو حَسَن کہا جسے امام طیبی اور امام جرجانی نے ذکر کرکے مقرر رکھا ہے اور یونہی حافظ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو حَسَن کہا ہے۔ صرف سلام بن سلیمان پر یہ اعتراض ہے کہ بعض ائمہ سے منکر روایت لے کر آتے ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الکاشف'' میں ان کے بارے میں فقط اتنا ارشاد فرمایا:

له مناكير.[۳]

اور یہ اعتراض بھی یہاں متوجہ نہیں؛ کیوں کہ یہ اس حدیث کو ذکر کرنے میں تنہا نہیں، بلکہ ان کے متابع اور شواہد موجود ہیں۔

الطريق الآخر:

اس کا دوسرا طریق جسے امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''غرائب مالک'' میں ذکر

(۱)۔۔:((إكمال تهذيب الكمال)) ج ٦ ص ١٧٨ رقم ٢٣٠٩
(۲)۔۔:((تهذيب التهذيب)) ج ٣ ص ٥٦٩ رقم ٢٧٧٨
(۳)۔۔:((الكاشف))ج ٢ ص ٢٢٠٦ رقم ٥٥٤

کیاہے، وہ یہ ہے:

إسماعيل بن يحيى العبسي، حدثنا الحسن بن مهدي بن عبدة المروزي، حدثنا أبو الحسن محمد بن أحمد السكري، حدثنا أبو يحيى بكر بن عيسى المروزي، حدثنا جميل بن يزيد، عن مالك بن أنس، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جابر -رضى الله تعالى عنه- مرفوعا-

امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالی اس کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: هذا لا يثبت عن مالك ورواته عن مالك مجهولون-[۱]

امام مالک رحمہ اللہ تعالی سے حدیث ثابت نہیں اور ان سے نیچے جتنے بھی یہاں راوی ہیں، وہ سب مجہول ہیں۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

جميل هذا لا أعرفه[۲]

بکر بن عیسی المروزی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

بكر بن عيسي المروزي، عن جميل بن يزيد، قال الدارقطني: مجهول.[۳]

محمد بن احمد السکری کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمد بن أحمد السكري أبو الحسن، قال الدارقطني: مجهول[۴]

الحسن بن مھدی بن عبدۃ المروزی کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

---

(۱)۔۔:((تخريج الأحاديث والأثار)) ج ۲ ص ۲۳۰

(۲)۔۔:((البدر المنير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير)) ج ۹ ص ۵۸٦

(۳)۔۔:((لسان الميزان)) ج ۲ ص ۳۵۱ رقم ۱۵۹۳

(۴)۔۔:((لسان الميزان)) ج ٦ ص ۵٤۲ رقم ٦٤٤۸

روى عنه عمر بن محمد بن سبنك، ومحمد بن المظفر، وأبو حفص بن شاهين، وأبو القاسم بن الثلاج ..

جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قال الدارقطني: مجهول -(۱)

حضرت امام مالک سے اوپر کے رواۃ، اہلِ بیت کے ثقہ ائمہ ہیں، علی جدہ وعلیہم السلام۔

اس دوسری سند کے بارے حکم یہ ہے کہ اس میں متعدّد مجہول راوی ہیں، لیکن متعدّد مجہول راویوں کے ہونے سے حدیث پر فرق پڑے گا تو یہ کہ اس سند سے یہ حدیث فقط ضعیف کہلائے گی۔

اعلی حضرت امامِ اہلِ سنت رحمہ اللہ تعالی علما کے اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ سند میں متعدّد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیثِ منکر سے احسن واعلیٰ ہے، جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو۔(۲)

یہ حدیث حضرت سیدنا عمر، سیدنا ابن عمر، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا انس اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی مروی ہے۔ لیکن ان تمام کی اسانید ضعیف ہیں۔ ہمارا اصل استدلال حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے تھا، جس کا حَسَن ہونا الحمد للہ ثابت کر دیا گیا ہے اور علی سبیل التسلیم اگر اس کی سند کو ضعیف کہا جائے تو دونوں طریق مل کر حَسَن لغیرہ کے درجہ تک بآسانی پہنچ جائیں گے، نیز متعدّد ضعیف اسانید بھی اس کے لیے مؤید ہوں گی۔

بقایا اسانید پر جو ائمہ کا کلام ہے وہ یہاں اختصار کے ساتھ نقل کر دیتے ہیں۔

---

(۱)۔۔:((تاريخ بغداد)) ج ۷ ص ٤٣٤ ،((لسان الميزان)) ج ۳ ص ١٢٦ رقم ٢٤١٠ ٢٤١٠

(۲)۔۔:((فتاوی رضویہ)) جلد ۵ صفحہ ۴۴۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

الحدیث الثانی: حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی کی حدیث کو حافظ قضاعی نے "مسند شہاب" میں ابو الفتح منصور بن علی الانماطی کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ ابو محمد الحسن بن رشیق سے، وہ محمد بن جعفر بن محمد سے، وہ جعفر بن عبد الواحد سے، وہ وہب بن جریر بن حازم سے، وہ اپنے والد سے، وہ ابو صالح سے اور وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

اس کے پہلے راوی ابو الفتح منصور بن علی الانماطی الضریر ہیں۔ ان کو حافظ الصوری نے شیخ صالح کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ (۲)

دوسرے راوی ابو محمد الحسن بن رشیق العسکری المصری ہیں، حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

الحسن بن رشيق العسكري مصري مشهور عالي السند لينه الحافظ عبد الغني بن سعيد قليلا ووثقه جماعة وأنكر عليه الدارقطني أنه كان يصلح في أصله ويغير انتهى- حسن بن رشیق عسکری مصری مشہور عالی السند راوی ہیں، حافظ عبد الغنی بن سعید نے ان پر معمولی جرح کی ہے اور ایک جماعت نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، امام دار قطنی نے ان پر نکیر کی ہے کہ یہ اپنی اصل میں اصلاح کرتے اور تغیر کرتے رہتے تھے۔ (۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وقد وثقه الدارقطني في مواضع وروى عنه في غرائب مالك حديثا فردا وقال عنه: شيخنا ثقة لا بأس به- ان کی امام دار قطنی نے کئی مقام پر توثیق کی ہے اور "غرائب مالک" میں ان سے ایک مفرد حدیث روایت بھی کی ہے اور

---

(۱)۔۔:((مسند الشهاب)) ج ۲ ص ۲۷۵ رقم ۱۳۴٦

(۲)۔۔:((تكملة الإكمال)) ج ۱ ص ۹۷ ((التقييد)) ص ۳۷۰

(۳)۔۔:((ميزان الاعتدال)) ج ۲ ص ۲۳۸ رقم ۱۸۵۰

ان کے بارے میں کہا: ہمارے شیخ ہیں، ثقہ ہیں، ان میں کوئی حرج نہیں۔

پھر آپ نے حافظ عبد الغنی رحمہ اللہ تعالی کی تلیین کو خاص صورت کے ساتھ مخصوص ہونا بیان کیا۔ (۱)

تیسرے راوی محمد بن جعفر بن محمد ہیں۔ ان کی تعیین نہیں ہو سکی۔

چوتھے راوی جعفر بن عبد الواحد الہاشمی ہیں، یہ مختلف فیہ راوی ہے۔ حافظ ابو زرعہ، حافظ ابن عدی، حافظ ابن حبان اور امام دار قطنی رحمہم اللہ تعالی نے ان پر سخت جرح کی ہے، حتی کہ کذب کی طرف بھی ان کی نسبت کی ہے، جب کہ مسلمہ بن قاسم، حافظ مغلطائی رحمہ اللہ تعالی نے ان کو ثقہ کہا ہے، نفطویہ رحمہ اللہ تعالی نے بھی ان کے بارے میں کہا ہے: كان من حفاظ الحديث۔ یونہی امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالی نے ان کو "کتاب الثقات" میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ خلیلی سے بھی ان کی توثیق نقل کی ہے۔ (۲)

پانچویں راوی وہب بن جریر بن حازم بن زید الازدری ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں۔ (۳)

چھٹے راوی جریر بن حازم الازدی، یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (۴)

ساتویں راوی امام اعمش، ثقہ مدلّس ہیں۔

آٹھویں راوی ابو صالح ذکوان السمان ہیں، ثقہ ثبت راوی ہیں۔ (۵)

حاصل کلام یہ کہ متعدّد علل کے سبب اس سند سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

---

(۱)۔۔:((لسان الميزان)) ج ۳ ص ٤٥ رقم ۲۲۷۳

(۲)۔۔:((الثقات ممن لم تقع في الكتب الستة)) ج ۳ ص ۱۸۱ رقم ۲۳٤۲ ((إكمال تهذيب الكمال)) ج ۳ ص ۲۲۵ رقم ۹۹٦ ((تاريخ الإسلام)) ج ۱۹ ص ۹۸ ((رفع الأصر عن قضاة مصر لابن حجر عسقلاني)) ص ۱۱۳ رقم ٤۹ طبع مكتبة الخانجي

(۳)۔۔:((الكاشف)) ج ٤ ص ٤٦٥ رقم ٦۱۰۵

(۴)۔۔:((الكاشف)) ج ۲ ص ۲۰۳ رقم ۷٦۸

(۵)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ۲۳۸ رقم ۱۸٤۱

ائمہ حدیث نے اس حدیث جعفر بن عبد الواحد ہاشمی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وهو معلول بجعفر بن عبد الواحد، نقل عن الدارقطني أنه قال فيه: كان يضع الحديث، وقال ابن طاهر: كان يروي المناكير عن الثقات ولو سلمت هذه الرواية منه لكانت صحيحة یعنی یہ حدیث جعفر بن عبد الواحد کے سبب معلول ہے، امام دار قطنی سے منقول ہے، آپ نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث گھڑتا تھا، ابن طاہر کہتے ہیں: یہ ثقات سے منکر روایات لے کر آتے ہیں، اگر یہ روایت اس سے محفوظ ہوتی تو صحیح ہوتی۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وفيه جعفر بن عبد الواحد الهاشمي وقد كذبوه اس کی سند میں جعفر بن عبد الواحد الہاشمی ہے، محدثین نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ (۲)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

ومن بلاياه: عن وهب بن جرير عن أبيه عن الأعمش أبي هريرة ... إلخ (۳)

البتہ جن ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے، ان کے مطابق ان کے سبب حدیث پر اعتراض وارد نہیں ہو گا۔

الحدیث الثالث: حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما

حافظ ابو محمد عبد بن حمید نے "مسند عبد بن حمید" میں، امام آجری نے "الشریعۃ" میں اور ابن عدی نے "الکامل" میں اپنی اسانید کے ساتھ حمزہ بن ابی حمزہ الجزری سے، وہ نافع سے، وہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے

(۱)۔۔:((تخريج الأحاديث والاثار)) ج ۲ ص ۲۳۱

(۲)۔۔:((الكاف الشاف)) ص ۹۵

(۳)۔۔:((ميزان الاعتدال)) جلد ۲ صفحه ۱٤۲ رقم ۱۵۱۳((لسان الميزان)) ج ۲ ص ٤۵۸ رقم۱۸٦۲

ہیں۔[1]

اس کی سند کا مدار اسی حمزہ بن ابی حمزہ پر ہے۔ حمزۃ بن ابی حمزہ الضبعی کو یحیی بن معین، امام بخاری، ابو حاتم رازی، امام ترمذی، امام نسائی، امام دار قطنی، ابن عدی، ابن حبان، امام حاکم، ابو زرعہ رازی امام ابو داود وغیرہ نے ضعیف کہا ہے،[2] اسی وجہ سے امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی نے "الکاشف" میں فرمایا:

ترکوہ[3]

اس حدیث کے بارے میں حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالی حافظ ابن عدی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

إنه حديث منكر، قال: وحمزة الجزري هو حمزة بن حمزة النصيبي يضع الحديث- یہ حدیث منکر ہے اور کہا کہ حمزہ الجزری یہ حمزہ بن حمزہ النصیبی ہے جو حدیث گھڑتا ہے۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وذكره ابن عبد البر في كتاب بيان العلم عن أبي شهاب بسنده، وقال: هذا إسناد ضعيف الراوي له عن نافع لا يحتج به- قلت: هو متفق على تركه، بل قال ابن عدي: إنه يضع الحديث. یعنی اس حدیث کو ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے کتاب العلم میں ابو شہاب سے اپنی سند کے نقل کیا اور فرمایا: نافع سے جس راوی نے یہ حدیث روایت کی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ میں (حافظ ابن حجر) کہتا ہوں: اس کے ترک پر اتفاق ہے، بلکہ ابن عدی نے کہا: یہ

---

(۱)۔۔:((المنتخب من مسند عبد بن حميد)) ج ۲ ص ۲۹۳ رقم ۷۸٤ طبع دار ابن عباس.((الشريعة للأجري)) رقم ۱۱٦۷.((الكامل في ضعفاء الرجال)) ج ٤ ص ٥۳ رقم ٥٤۲۰،٥٤۲۱.

(۲)۔۔:((تهذيب التهذيب)) ج ۲ ص ٤٤۲-٤٤۱ رقم ۱٥۷۸

(۳)۔۔:((الكاشف)) ج ۲ ص ۳۱۸ رقم ۱۲۳٤

(۴)۔۔:((تخريج الأحاديث والاثار)) ج ۲ ص ۲۳۱

حدیث گھڑتا ہے۔[1]

اس سند سے بھی یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔

الحدیث الرابع: حدیث سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی نے "المدخل" میں اور ابن عدی "الکامل" میں اپنی سند کے ساتھ عبد الرحیم بن زید العمی عن ابیہ عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب مرفوعاً روایت کیا ہے۔[2]

اس میں راوی عبد الرحیم بن زید العمی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ یحیی بن معین، جوزجانی، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، امام بخاری، امام ابوداود، امام نسائی، عقیلی، ابن عدی، ساجی اور امام علی بن مدینی رحمہم اللہ تعالی سب نے اس پر جرح کی ہے۔[3]

حافظ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

ترکوہ.[4]

اس سند کے بارے میں حافظ زیلعی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وهو معلول بعبد الرحيم العمي، قال ابن معين: كذاب، وقال مرة: ليس بشيء، وقال البخاري، والنسائي: تركوه، وقال أبو داود: ضعيف الحديث، وفيه أيضا شائبة الانقطاع بين سعيد وعمر. یہ عبد الرحیم العمی کے سبب معلول ہے، اس کے بارے میں ابن معین نے کہا: کذاب ہے اور ایک بار یہ کہا: لیس بشیء، امام بخاری اور امام نسائی نے کہا: متروک ہے اور امام ابوداود نے کہا: ضعیف الحدیث ہے اور اس روایت میں حضرت سعید بن مسیب اور حضرت عمر

---

(۱)۔۔:((موافقة الخبر الخبر)) جلد ۱ صفحه ١٤٦

(۲)۔۔:((المدخل إلى علم السنن)) ج ٢ ص ٥٨٠ رقم ١٢٤٧((الكامل في ضعفاء الرجال)) ج ٥ ص ٨٩ رقم ٧٢٢٥

(۳)۔۔:((تهذيب التهذيب)) ج ٥ ص ٢٠٧-٢٠٨ رقم ٤١٧٦

(۴)۔۔:((الكاشف)) جلد ٣ صفحه ٢٩٤ رقم ٣٣٥٥

رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین انقطاع کا شائبہ بھی ہے۔[(۱)]

حافظ زرکشی لکھتے ہیں:

وفيه علتان: ضعف عبد الرحيم وإرساله فإن سعيدا لم يسمع من عمر في قول جماعة، لكن ذكرت في باب الوتر من الذهب الإبريز ما يصحح سماعه منه. اس میں دو علتیں ہیں، عبد الرحیم کا ضعف اور اس روایت کا مرسل ہونا، کیونکہ سعید نے ایک جماعت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے احادیث کو نہیں سنا، لیکن میں نے ''الذھب الابریز'' کے باب الوتر میں ذکر کیا ہے کہ ان کا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سماع ثابت ہے۔[(۲)]

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالی کا سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سماع ہے یا نہیں، لیکن بہر صورت ان کی روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مقبول ہے۔ یہاں ضعف کا سبب عبد الرحیم بن زید الحواری العمی البصری راوی ہے۔

حاصل یہ کہ اس سند سے بھی یہ حدیث ضعیف ہے۔

الحدیث الخامس: حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی نے ''المدخل'' میں جویبر کے طریق سے روایت کی ہے اور جویبر اسے ضحاک سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، امام بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ جویبر سے روایت کیا ہے جو جواب بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً یا معضلاً روایت کرتے ہیں۔[(۳)]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی ''موافقۃ الخبر الخبر'' میں فرماتے ہیں:

---

(۱)۔۔:((تخريج الأحاديث الاثار)) جلد ۲ صفحه ۲۳۲

(۲)۔۔:((المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر)) ص ۸۰

(۳)۔۔:((المدخل إلى السنن)) ج ۲ ص ۵۸۱-۵۸۰ رقم ۱۲۴۸، ۱۲۴۹

وأما حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما فأخرجه البيهقي في المدخل من رواية جويبر، عن الضحاك، عن ابن عباس، وجويبر ضعيف جدا، والضحاك عن ابن عباس منقطع، وأخرجه البيهقي أيضا من وجه آخر عن جويبر، عن جواب بن عبيد الله، عن النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، وهو مرسل أو معضل حديث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما امام بیہقی نے اسے ''مدخل'' میں جویبر کے طریق سے روایت کیا، جو ضحاک سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے، جویبر سخت ضعیف راوی ہے اور ضحاک کی ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت منقطع ہے، امام بیہقی نے ایک اور طریق سے جویبر سے یہ حدیث روایت کی وہ جواب بن عبید اللہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور یہ مرسل ہے یا پھر معضل۔[1]

حافظ خلیل بن کیکلدی العلائی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وجويبر هو ابن سعيد المفسر متفق على ضعفه أيضا، قال فيه ابن معين: ليس بشيء، وقال النسائي والدرقطني: متروك، وقال الجوزجاني: لا يستدل به. جویبر بن سعید مفسر، ان کے ضعف پر بھی اتفاق ہے۔ ابن معین ان کے بارے میں کہتے ہیں: لیس بشیء۔ امام دار قطنی اور امام نسائی فرماتے ہیں: متروک۔ جوزجانی کہتے ہیں: قابل استدلال نہیں۔[2]

حافظ زرکشی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وهذا الإسناد فيه ضعفاء.[3]

اس سند سے بھی یہ حدیث ضعیف قرار پائے گی۔

الحدیث السادس: حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ

---

(۱)۔۔:((موافقة الخبر الخبر)) ج ۱ ص ١٤٦

(۲)۔۔:((إجمال الإصابة في أقوال الصحابه)) ص ٦٠

(۳)۔۔:((المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر)) ص ٨٣

حافظ ابن ابی عمر نے مسند میں بطریق سلام الطویل عن زید العمی عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حافظ بوصیری رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

رواه محمد بن يحيى بن أبي عمر بسند ضعيف لضعف يزيد الرقاشي والراوي عنه- اس کو حافظ محمد بن یحیی بن ابو عمر نے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے، اس میں ضعف یزید الرقاشی اور ان سے روایت کرنے والے راوی (زید العمی) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہے۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وفي إسناده ثلاث ضعفاء في نسق سلام، وزيد، ويزيد وأشدهم ضعفا سلام- اس کی سند میں متواتر تین راوی ضعیف ہیں، سلام، زید، یزید اور ان میں سب سے بڑھ کی ضعیف سلام ہیں۔ (۲)

''المطالب العالیہ'' میں فرماتے ہیں:

إسناده ضعيف. (۳)

ان تمام اسانید پر مزید تفصیلی بحث کی جا سکتی ہے، لیکن حاصل یہی ہے کہ سند جابر رضی اللہ تعالی عنہ کے علاوہ تمام اسانید ضعیف ہیں، لیکن بتصریح ائمہ ان کا مجموعہ قوت حاصل کرتا ہے اور بعض ائمہ کی تصریح کے مطابق حَسَن لغیرہ تک یہ حدیث پہنچتی ہے۔ علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

((أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم)) أخرجه الدارقطني في المؤتلف، وفي كتاب غرائب مالك، والقضاعي في مسند الشهاب، وعبد بن حميد، والبيهقي في المدخل، وابن عدي في الكامل،

---

(۱)۔۔:((اتحاف الخيرة المهرة)) ج ٧ ص ٣٣٦ رقم ٦٩٩٣

(۲)۔۔:((موافقة الخبر الخبر)) ج ١ ص ١٤٧

(۳)۔۔:((المطالب العاليه)) ج ١٧ صفحه ٤٦٣ رقم ٤١٥٨

والدارمي، وابن عبد البر، وابن عساكر، والحاكم وغيرهم بألفاظ مختلفة المبنى متقاربة المعنى بطرق متعددة كلها ضعيفة، كما بسطه الحافظ ابن حجر في الكافي الشاف في تخريج أحاديث الكشاف، لكن بسبب كثرة الطرق وصل إلى درجة الحسن، ولذلك حسنه الصغاني كما ذكره السيد الجرجاني في حاشية المشكاة حيث قال: تحت حديث ((فضل العالم على العابد)) الحديث قد شبهوا بالنجوم في قوله عليه السلام: ((أصحابي كالنجوم)) الحديث حسنه الإمام الصغاني انتهى.

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے۔ اس حدیث کو امام دار قطنی نے "المؤتلف" میں اور "کتاب غرائب مالک" میں، قضاعی نے "مسند شہاب" میں، "عبد بن حمید" نے، امام بیہقی نے "مدخل" میں، ابن عدی نے "کامل" میں، دارمی، ابن عبد البر، ابن عساکر اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ان کے الفاظ تو مختلف الفاظ ہیں، لیکن ان کا معنی ایک ہی ہے، کئی سندوں کے ساتھ ان حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ سندیں ضعیف ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے "الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف" میں بیان کیا ہے، لیکن کثرتِ طرق کی وجہ سے یہ حدیث حَسَن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے، اسی لیے امام صغانی نے اس کو حَسَن قرار دیا، جیسا کہ سید شریف جرجانی نے "مشکاۃ" کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، انہوں نے حدیث عالم کی عابد پر فضیلت کے تحت فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے قول "اصحابی کالنجوم" میں صحابہ کو ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے، اس حدیث کو امام صغانی نے حسن قرار دیا ہے۔[1]

اس عبارت سے علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالی کا موقف تو واضح ہے کہ ان کے نزدیک کثرتِ طرق کے سبب حدیث حَسَن لغیرہ ہے۔ البتہ حافظ صغانی رحمہ اللہ تعالی نے کثرتِ طرق کی وجہ سے اس کو حَسَن کہا ہے یا سند جابر رضی اللہ تعالی عنہ کے

(۱)۔۔:((إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة)) ص ٥٠-٤٨

پیشِ نظر یہ واضح نہیں۔

حافظ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور کتاب "فتوح الغیب" ج ۹ ص ۱۷۹ میں یہ ذکر کیا ہے:

ذكره الصغاني في الحسان.

کثرتِ طرق کی وجہ سے حَسَن لغیرہ ہونے پر بحر العلوم علامہ عبد العلی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ما قبل میں گزر چکی، نیز حافظ زرکشی اور حافظ قاسم بن قلوبغا رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریحات بھی گزر چکی ہیں کہ اس کی اسانید ایک دوسری کے لیے مقوی ہیں۔ جب کہ سند حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تحقیق گزر چکی جس کے مطابق تنہا اس کی سند ہی حَسَن ہے، باقی اس کے لیے قوت کا سبب ہیں۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے "شفاء شریف" میں اس حدیث مبارک کو نقل کیا اور صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس پر اس کے شارح حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس کی اسانید ضعیف ہونے کے سبب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کو چاہیے تھا کہ صیغہ جزم سے اس کو ذکر نہ کرتے۔ اس پر حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدّد جواب دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ حدیث سند کے ساتھ ثابت ہو، قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثرتِ طرق کی وجہ سے اس کے درجہ سے اس کو ضعف سے حَسَن تک پہنچنے پر محمول کیا ہو، علاوہ ازیں یہ کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ احوال کو جاننے والا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: أقول: يحتمل أنه ثبت بإسناد عنده، أو حمل كثرة الطرق على ترقيه من الضعف إلى الحسن بناء على حسن ظنه، مع أن الحديث الضعيف يعمل به في فضائل الأعمال- والله أعلم بحقيقة الأحوال-[1]

اولیائے امت کے نزدیک اس حدیث کا مقام:

(۱)۔۔:((شرح الشفاء)) للعلامة علي القاري ج ۲ ص ۹۳

اولیائے امت کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وهذا الحديث وإن كان فيه مقال عند المحدثين، فهو صحيح عند أهل الكشف. یہ حدیث اگرچہ محدّثین کے نزدیک اس میں کلام ہے، لیکن اہلِ کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔[۱]

علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالی اس حدیث پر تحقیق کے بعد فرماتے ہیں:

هذا من حيث تحقيق المحدثين، وأما عند أهل الكشف فليس كذلك كما قال عبد الوهاب الشعراني في الميزان: هذا الحديث وإن كان فيه مقال عند المحدثين، فهو صحيح عند أهل الكشف. (جتنی گفتگو اب تک کی گئی) وہ محدّثین کی تحقیق کے مطابق ہے، جہاں تک رہی بات اہلِ کشف کی تو یہاں ایسا معاملہ نہیں، جیسا کہ علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالی "میزان" میں فرماتے ہیں: اگرچہ محدّثین کے نزدیک اس حدیث میں کلام ہے، لیکن اہلِ کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔[۲]

امامِ اہلِ سنت رحمہ اللہ تعالی نے بھی امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالی کے اس قول کو "فتاویٰ رضویہ" جلد ۵ صفحہ ۴۹۱ پر تائیداً نقل فرمایا ہے۔

اس پر البانی اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اپنے مسلک اور ذوق کے اعتبار سے کلام کیا ہے، لیکن فی الوقت ہمارا یہ موضوع نہیں کہ کشف کے ذریعے احادیث کے لیے کیا احکام ثابت ہوتے ہیں، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اولیائے امت کے نزدیک اس حدیث کا مقام کیا ہے۔

حافظ ابن مفلح لکھتے ہیں:

---

(۱)۔۔((الميزان الكبري)) جلد ۱ صفحه ۱٤۷ طبع عالم الكتب

(۲)۔۔:((نخبة الأنظار)) ص ٥۳

ومن العجب أن عثمان بن سعيد الدارمي صححه في الرد على الجهمية اور تعجب ہے امام عثمان بن سعید دارمی نے "الرد علی الجهمیہ" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وقد أشار الدارمي إلى تقوية الحديث- امام دارمی رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کے قوی ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔[2]

اس سے امام دارمی رحمہ اللہ تعالی کا مؤقف بھی اس حدیث کے بارے میں معلوم ہو گیا۔

امام زرکشی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے گزر چکا کہ قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ تعالی کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح قرار پاتی ہے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا ایک قول "منتخب العلل للخلال" میں اس کے لا یصح فرمانے کا بھی موجود ہے۔

اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے

ایک اور جہت سے اس حدیث کے مقبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ائمہ محدثین، فقہاء، مفسرین، اصولیین اس حدیث کو ہمیشہ ذکر کرتے آئے اور اس سے استدلال کرتے آئے ہیں، اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

حافظ علائی رحمہ اللہ تعالی جنہوں نے اس حدیث کی تمام اسانید پر کلام کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

وهذا مما أطبق عليه الفقهاء وأئمة الأصول على ذكره إما للإحتجاج به وإما من جهة من يقول بذلك ثم يعترض على وجه دلالته وكأن الحديث صح ولا بد وليس كذلك فإنه لم يخرج في الكتب

---

(۱)۔۔:((الفروع)) ج ۱۱ ص ۱۰۴

(۲)۔۔:((رفع الحاجب عن مختصر ابن حاجب)) ج ۲ ص ۲۰۱

الستة ولا في المسانيد الكبار وقد روي من طرق في كلها مقال- یہ وہ حدیث ہے جس کے ذکر پر فقہا اور ائمہ اصول متفق ہیں، یا تو وہ خود اس سے استدلال کرتے ہیں، یا جو اس سے استدلال کا قائل ہوتا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی دلالت کے اوپر کلام کرتے ہیں، گویا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، حالاں کہ ایسا نہیں؛ کیوں کہ یہ حدیث نہ تو کتب ستہ میں مذکور ہے اور نہ ہی بڑی مسانید میں اور یہ مختلف طرق سے مروی ہے اور ان تمام طرق میں کلام ہے۔ (۱)

حافظ علائی کے کلام سے واضح ہوا کہ اس کے ذکر پر فقہا و اصولیین کا اتفاق ہے، اس کی اسانید پر جو کلام ہے وہ تو تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا، عن قریب ہم ذکر کریں گے کہ کن ائمہ مفسّرین، محدّثین، فقہا اور اصولیین نے اپنی معروف کتب میں اس حدیث کو ذکر کیا اور اس سے استدلال کیا ہے۔ اس سے قبل اس بات پر ائمہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں کہ تلقی بالقبول کے بعد حدیث کا ضعف ویسے ہی مضر نہیں رہتا، وہ حجت قرار پاتی ہے اور یہاں تو حدیث حَسَن ہے۔

امامِ اہلِ سنت رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: حقیقۃً قبول علما کے لئے شانِ عظیم ہے کہ اس کے بعد ضعف اصلاً مضر نہیں رہتا۔ (۲)

حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وكذا إذا تلقت الأمه الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح حتى أنه ينزل منزلة المتواتر في أنه ينسخ المقطوع به، ولهذا قال الشافعي -رحمه الله تعالى- في حديث ((لا وصيه لوارث)) إنه لا يثبته أهل الحديث، ولكن العامه تلقته بالقبول وعملوا به حتى جعلوة ناسخا لآيه الوصيه له- اور اسی طرح جب حدیث ضعیف کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس پر صحیح قول کے مطابق عمل کیا جائے گا، حتی کہ اسے اس اعتبار سے

(۱)۔۔:((إجمال الإصابة)) ص ۵۸

(۲)۔۔:((فتاوی رضویه)) ج ۲۷ ص ٤٧

متواتر کے بمنزلہ رکھا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے نص قطعی کا نسخ بھی ہو جاتا ہے، اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے حدیث ((وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں)) کے بارے میں فرمایا کہ محدّثیں اس کو ثابت نہیں مانتے، لیکن امت نے اس کو قبول کیا ہے اور اس کو معمول بہ رکھا ہے، حتی کہ انہوں اس کو آیت وصیت کا ناسخ بنایا ہے[۱]

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قال بعضهم: يحكم للحديث بالصحة إذا تلقاه الناس بالقبول وإن لم يكن له إسناد صحيح، قال ابن عبد البر في الاستذكار لما حكى عن الترمذي أن البخاري صحح حديث ((البحر هو الطهور ماؤه)) وأهل الحديث لا يصححون مثل إسناده، لكن الحديث عندي صحيح، لأن العلماء تلقوه بالقبول. بعض علما نے فرمایا کہ جب حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس پر صحت کا حکم دیا جائے گا اگرچہ اس کی کوئی سند صحیح نہ ہو۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالی نے "استذکارُ" میں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی کے حوالے سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کی حدیث ((البحر هو الطهور ماؤه)) کی تصحیح نقل کی، پھر فرمایا: محدّثین اس کی سند کو ثابت نہیں مانتے، لیکن میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، اس لیے کہ اس کو علما کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔[۲]

امام بدر الدین ابو عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وظاهر كلام ابن عبد البر أن الصحة تؤخذ أيضا من تلقي أهل الحديث بالقبول والعمل به وإن لم يوقف له على إسناد صحيح، وقريب منه ما ذكره الشافعي في الرسالة في حديث ((لا وصية لوارث)): إن إسناده منقطع لكن استفاضته بين النقلة وأهل المغازي جعلته حجة. ابن عبد البر کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ محدّثین کے تلقی بالقبول کی وجہ

(۱)ـ۔:((فتح المغيث)) ج ۱ ص ۲۸۹-۲۸۸

(۲)ـ۔:((تدريب الراوي شرح تقريب النواوي)) ج ۲ ص ۱۵٦-۱۵٤

سے بھی صحت اخذ کی جائے گی، اگرچہ اس کی کسی سند صحیح پر واقفیت نہ ہوسکے اور اسی کے قریب امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا رسالہ میں حدیث((لا وصية لوارث)) کے بارے میں یہ فرمان ہے: اس کی سند منقطع ہے، لیکن محدّثین اور اہلِ مغازی کے درمیان اس کا مشہور ہونا اس کو حجت بنادے گا۔(۱)

ان ائمہ کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حدیث کو جب تلقی بالقبول حاصل ہو تو سند ضعیف ہونے کے بعد بھی وہ حجت قرار پاتی ہے اور یہاں تو حدیث درجہ حَسَن تک ترقی کئے ہوئے ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

هذا حديث متنه مشهور، وأسانيده ضعيفة لم يثبت في هذا إسناد والله أعلم. اس حدیث کا متن مشہور اور اس کی سندیں ضعیف ہیں، اس بارے میں کوئی سند ثابت نہیں۔(۲)

یہاں یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی کے کلام میں ثابت سے مراد کیا ہے، ثابت کا اطلاق محدّثین کے نزدیک حدیث صحیح اور حَسَن پر کیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق حدیث حَسَن لغیرہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی نے لم یثبت فرمایا ہے، اس سے مراد سند کا ضعیف ہونا ہے، جس پر خود ان کی عبارت بھی دلالت کرتی ہے، اس کی اسانید کو آپ نے خود ہی ضعیف قرار دیا ہے اور ائمہ حدیث سے گزر چکا ہے کہ اس کی اسانید ایک دوسرے کے لیے قوت کا سبب ہیں اور اس پر ائمہ نے حَسَن اور حَسَن لغیرہ کا اطلاق کیا ہے۔ اسی طرح امام بزار رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کے بارے میں لا یصح فرمایا تو اس سے بھی اس کا ضعیف ہونا ہی مراد ہے جیسا کہ ان کے کلام کے اگلے حصے سے ظاہر ہے کہ انہوں نے عبد الرحیم بن زید

---

(۱)۔۔:((النكت على مقدمة ابن الصلاح)) للزركشي ج ٢ ص ١١٢-١١٠
(۲)۔۔:((المدخل إلى السنن)) ج ٢ ص ٥٨١

العمی کی وجہ سے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

علامہ عبد الحی لکھنوی صاحب رحمہ اللہ تعالی اپنی تصنیف "الرفع والتکمیل" میں فرماتے ہیں:

كثيرا ما يقولون: لا يصح ولا يثبت هذا الحديث، ويظن منه من لا علم له أنه موضوع أو ضعيف، وهو مبني على جهله بمصطلاتهم وعدم وقوفه على مصرحاتهم. فقد قال علي القاري في تذكرة الموضوعات: لا يلزم من عدم الثبوت وجود الوضع- انتهى

وقال في موضع آخر: لا يلزم من عدم صحته وضعه- انتهى

وقال الحافظ ابن حجر في تخريج أحاديث الأذكار المسمى بنتائج الأفكار: ثبت عن أحمد بن حنبل أنه قال: لا أعلم في التسمية-أي في الوضوء- حديثا ثابتا. قلت: لا يلزم من نفي العلم ثبوت العدم، وعلى التنزل: لا يلزم من نفي الثبوت ثبوت الضعف لاحتمال أن يراد بالثبوت الصحة فلا ينتفي الحسن، على التنزل: لا يلزم من نفي الثبوت عن كل فرد نفيه عن المجموع انتهى. محدّثین اکثر فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں، ثابت نہیں، اس سے جس کو علم نہیں ہوتا، وہ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ حدیث موضوع یا ضعیف ہے، ان کا یہ گمان محدّثین کی اصطلاح سے لاعلمی اور محدّثین کی صراحتوں سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالی "تذکرۃ الموضوعات" میں فرماتے ہیں: عدمِ ثبوت سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا، ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: عدمِ صحت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی "کتاب الاذکار" کی احادیث کی تخریج پر مشتمل اپنی کتاب "نتائج الافکار" میں فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی سے ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں (وضو میں) تسمیہ کے حوالے سے کوئی حدیث ثابت نہیں جانتا، میں کہتا ہوں:

---

(۱)۔۔:انظر ((جامع بيان العلم)) ج ٢ ص ١٨٢ رقم ٨٩٤

علم کی نفی سے ثبوت کی نفی لازم نہیں آتی، علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں: ثبوت کی نفی سے ضعف کا ثبوت بھی لازم نہیں آتا؛ کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ ثبوت سے مراد صحت ہو تو حَسَن کی نفی بھی نہ ہوئی اور اس سے بھی تنزل کریں تو ہم کہتے ہیں: ہر فرد سے ثبوت کی نفی سے مجموعہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ [۱]

اس حدیث کا مشہور اور مقبول ہونا واضح ہے۔ ہم یہاں مولائے کائنات مولا مشکل کشا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کی نسبت سے اکیس جلیل القدر ائمہ جن میں مفسّرین بھی ہیں، محدّثین بھی ہیں، فقہا اور اصولیین بھی ہیں، ان کے نام اور ان کی کتب کے نام جس میں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے نقل کرتے ہیں، اگرچہ یہ تعداد ایک سو اکیس بھی ہو سکتی ہے، لیکن حجت کے لیے اکیس ہی کافی ہیں۔

(۱) الفصول في الأصول ج ٣ ص ٣٦٣ امام احمد بن علي الرازي ابو بكر الجصاص رحمه الله تعالى المتوفى ٣٧٠ھ

(۲) البيان والتحصيل ج ١٠ ص ١٥٠. علامه محمد بن احمد المعروف ابن رشد القرطبي المتوفى ٤٥٠ ھ

(۳) الحجة في بيان المحجة ج ٢ ص ٢٣٨. امام علامه حافظ شيخ الاسلام ابو القاسم اسماعيل بن محمد الاصفهاني رحمه الله تعالى المتوفي ٤٦١ ھ

(۴) الاجتهاد ص ١٢٢. امام عبد الملك بن عبد الله ابو المعالي الجويني رحمه الله تعالى المتوفى ٤٧١ھ

(۵) التبصره ص ٣٦٨. امام شيخ ابو اسحاق ابراهيم بن على الشيرازي المتوفى ٤٧٦ھ

(۶) أصول البزدوي مع تخريج قاسم بن قطلوبغا ص ٣١٩. فخر الإسلام على بن محمد البزدوي رحمه الله تعالى المتوفى ٤٨٢ھ

---

(۱)۔۔:((الرفع والتكميل)) ص ١٩٥-١٩٣

(۷) المبسوط للسرخسي ج ١٦ ص ١٦١ إمام ابو بكر محمد بن ابو سهيل السرخسي رحمه الله تعالى المتوفى ٤٨٧ ھ

(٨) قواطع الأدلة في الأصول ج ١ ص ٣٨٥.امام منصور بن محمد السمعاني رحمه الله تعالى المتوفى ٤٨٩ھ

(٩) تبين كذب المفتري .حافظ ابن عساكر رحمه الله تعالى المتوفى ٥٧١ ھ

(١٠) التفسير الكبير ج ٢٧ ص ٥٩٦ امام محمد بن عمر المعروف فخر الدين الرازي رحمه الله تعالى المتوفى ٦٠٦ھ

(١١) جامع الاصول ج ٨ ص ٥٥٦ رقم ٦٣٦٩ مجد الدين حافظ مبارك بن الجزري المعروف حافظ ابن اثير رحمه الله تعالى المتوفى ٦٠٦ھ

(١٢) المغني ج ٣ ص ٥٤٩-عبد الله بن احمد المعروف ابن قدامه الحنبلي رحمه الله تعالى المتوفى ٦٢٠ھ

(١٣) الإحكام في اصول الأحكام ج ١ ص ٢٩٠--- سيف الدين على بن محمد الأمدي رحمه الله تعالى المتوفى ٦٣١ھ

(١٤) أنوار البروق فى انواع الفروق- ابو العباس احمد بن ادريس المالكي القرافي رحمه الله تعالى المتوفى ٦٨٤ھ

(١٥) المدخل ج ٣ ص ١٦٤- امام محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن الحاج العبدري رحمه الله تعالى المتوفى ٧٣٧ھ

(١٦) التوضيح في حل غوامض التنقيح ج ٢ ص ٣٧ صدر الشريعه امام عبيد الله بن مسعود محبوبي البخاري رحمه الله تعالى المتوفى ٧٤٧ھ .

(١٧) اللباب في علوم الكتاب ج ١ ص ٢٥٦. مفسر ابو حفص عمر بن عادل الدمشقي رحمه الله تعالى المتوفى ٨٨٠ھ

(١٨) لوامع الأنوار البهية - حافظ محمد بن احمد سفاريني حنبلي

شارح بخاری المتوفی ۱۱۸۸ھ

(۱۹) ایقاظ همم اولي الابصار ص ۱۲۲--- صالح بن محمد الفلاني المتوفی ۱۲۱۸ھ

(۲۰) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ج۱ ص ٤٢ -- علامه سید احمد طحطاوي رحمه الله تعالى المتوفی ۱۲۳۱ھ

(۲۱) روح المعاني ج ۲۵ ص ۳۲.مفسر ابو الفضل محمود الالوسي رحمه الله تعالى المتوفی ۱۲۷۰ھ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

حديث مثل أهل بيتي

اہلِ بیتِ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت جزو ایمان ہے۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کا ذریعہ اور دنیا وآخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

کثیر احادیث طیبہ اس باب میں مروی ہیں، انہی میں سے ایک حدیث بہت معروف ہے:

((مثل أهل بيتي أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها سلم، ومن تركها غرق)) میرے اہلِ بیت کی مثال کشتئ نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا محفوظ رہا اور جس نے اس کو چھوڑا وہ غرق ہوا۔

یہ حدیث بھی کئی صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے مروی ہے اور بتصریح ائمہ مجموعہ اسانید سے ایک قوی حدیث ہے اور عندا لتحقیق یہ حدیث حَسَن لغیرہ ہے۔

یہ حدیث حضرت سیدنا ابو غفاری، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس، حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر، حضرت سیدنا ابو سعید خدری، حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً مروی ہے۔ جب کہ اسی معنی کی ایک حدیث مولائے کائنات مولا مشکل سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجھہ سے بھی موقوفا عند ابن ابی شیبہ اور مرفوعاً عند ابن السری مروی ہے۔

ان شاء اللہ عزوجل مضمون کے اس حصے میں اس حدیث کی تخریج، اقوال ائمہ اور تحقیق سند پیش کریں گے اور ابن تیمیہ اور البانی کے باطل اعتراضات کا جواب بھی ذکر کریں گے۔

احکام الائمہ:

اولاً ائمۂ حدیث کے حدیثِ مذکور پر احکام ملاحظہ فرمائیں:۔

امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۰۲ھ) اس حدیث کو مختلف طرق سے روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وبعض هذه الطرق يقوي بعضاً اس کی بعض اسناد بعض کو تقویت دینے والی ہیں۔ (۱)

حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۴۶ھ) نے امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا اور اس کو برقرار رکھا ہے۔ (۲)

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

وجاء من طرق عديدة يقوي بعضها بعضاً یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے اور ان میں سے بعض بعض کو قوی کرتی ہیں۔ (۳)

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۹۱۱ھ) نے جامع صغیر میں اس پر حسن کا رمز دیا ہے۔ (۴)

"استجلاب ارتقاء الغرف" کے محقّق خالد بن احمد الصمی بابطین نے بھی اس کو حَسَن لغیرہ تسلیم کیا ہے۔

الحديث الأول: حدیث سیدنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حافظ بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں، رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها سلم ومن تركها غرق)) (۵)

اس میں پہلے راوی امام بزار کے شیخ یحیی بن معلی بن منصور ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں۔

---

(۱)۔۔:((استجلاب إرتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوي الشرف صلى الله تعالى تعالى عليه وآله وسلم ورضي الله تعالي عنهم)) ج ۲ ص ٤٨٤

(۲)۔۔:((سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد)) ج ۱۱ ص ۱۲

(۳)۔۔:((الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة)) ج ۲ ص ٤٤٥

(۴)۔۔:((الجامع الصغير))رقم ٨١٦٢

(۵)۔۔:((كشف الأستار)) ج ٣ ص ٢٢٢ رقم ٢٦١٣ ((مجمع الزوائد)) ج ١٨ ص ٤٦٢ رقم ١٤٩٧٦

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ان کو ثقہ قرار دیا ہے ۔ امام ذہبی نے ”الکاشف“ میں ان کو ثقہ کہا ہے، امام حاکم کے شیخ ابو علی النیشاپوری نے ان کو صاحب حدیث کہا ہے۔ (۱)

دوسرے راوی سعید بن الحکم المعروف ابن ابی مریم ہیں۔ یہ ثقہ ثبت فقیہ راوی ہیں۔ امام ابو داود، ابو حاتم رازی، امام یحیی بن معین، حافظ عجلی، حافظ ابن حبان وغیرہ نے ان کے توثیق کی ہے۔ (۲)

تیسرے راوی، عبد اللہ بن لھیعہ ہیں ان میں کلام معروف ہے۔

چوتھے راوی ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل ثقہ راوی ہیں، ابو حاتم رازی، امام نسائی، ابن حبان، ابن سعد، امام عجلی، حافظ ابن شاہین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۳)

پانچویں راوی۔ عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہم ہیں یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ امام احمد، امام یحیی بن معین، امام نسائی، امام ابو حاتم، حافظ عجلی، حافظ ابن سعد، حافظ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۴)

---

(۱)۔۔:((تاریخ بغداد)) ج ۱۸ ص ۳۱۰ رقم ۷٤٥۰ ((الکاشف)) ج ص رقم ((خلاصة تذهيب تهذيب الكمال))

(۲)۔۔:((الجرح والتعديل)) ج ٤ رقم ٤٩ ((الثقات لابن حبان)) ج ٤ ص ٤٩٢ رقم ٢٩٦٧ ((الثقات للعجلي)) ج ١ ص ٣٩٦ رقم ٥٨١ ((تهذيب التهذيب)) ج ٣ ص ٣١١-٣١٢ رقم ٢٣٦٠

(۳)۔۔:((الجرح والتعديل)) ج ٧ رقم ١٧٣٥ ((الثقات لابن حبان)) ج ٧ ص ٣٦٤ رقم ١٠٤٦٢ ((تاريخ أسماء الثقات)) ص ٢٦٤ رقم ١٢٢٦ ((تهذيب التهذيب)) ج ٧ ص ٢٨٩-٢٩٠ رقم ٦٣٣١

(۴)۔۔:((العلل معرفة الرجال للإمام أحمد)) ج ٣ ص ٤٩٥ رقم ٣٢٦٨ ((الجرح والتعديل)) ج ٦ ص ٣٢٥ رقم ١٨١٠ ((الثقات لابن حبان)) ج ٥ ص ١٨٦ رقم ٤٤٨٩ ((الثقات للعجلي)) ج ٢ ص ١٣ رقم ٨٢٦ ((تهذيب التهذيب)) ج ٤ ص ١٦٤ رقم ٣١٨٢

اس حدیث میں کلام صرف عبد اللہ بن لہیعہ پر ہے اور ابن لہیعہ بتصریح ائمہ حَسَن الحدیث ہیں۔ امام ترمذی، حافظ ہیثمی، اور حافظ عبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ تعالی نے متعدّد مقامات پر ان کی حدیث کے حَسَن ہونے کی صراحت کی ہے۔(۱)

حافظ سیوطی، حافظ مناوی، حافظ طاہر گجراتی پٹنی، اعلی حضرت امامِ اہلِ سنت رحمہم اللہ تعالی نے ان کے حسن الحدیث ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

وهو من رجال مسلم في المتابعات والصواب أنه حسن الحديث. صحیح مسلم میں بابِ متابعت کے راوی ہیں اور درست یہ ہے کہ یہ حَسَن الحدیث ہیں۔(۲)

حافظ ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وابن لهيعة من رجال مسلم في المتابعات وفيه كلام كثير والصواب أنه حسن الحديث ابن لہیعہ باب متابعت میں مسلم کے راوی ہیں اور ان کے بارے کلام کثیر ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حَسَن الحدیث ہیں۔(۳)

خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قلت:ابن لهيعة من رجال مسلم في المتابعات وإن تكلم فيه فحديثه في الحسن أو الضعف المحتمل- میں کہتا ہوں: ابن لہیعہ متابعات میں مسلم کا راویوں میں سے ہیں، اگرچہ ان کے بارے میں کلام کیا گیا، لیکن ان کی حدیث حَسَن یا ضعیف محتمل کے درجہ کی ہے۔(۴)

ابن لہیعہ پر تدلیس کے ذریعہ اعتراض:

یہاں اب صرف ایک اعتراض باقی رہے گا کہ ابن لہیعہ مدلّس ہیں اور یہاں وہ عن

(۱)۔۔:((جامع الترمذي)) رقم ٤٠

(۲)۔۔:((تذكرة الموضوعات)) ص ١٨٥

(۳)۔۔:((تنزيه الشريعة)) ج ٢ ص ٢٢٩

(۴)۔۔:((النكت البديعات على الموضوعات)) ص ٢٥٣ رقم ٢٢٣

کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

الجواب عن ھذا الاعتراض:

اوّلاً: ابن لہیعہ کے مدلّس ہونے میں ہی معاصرین کا سخت اختلاف ہے۔

ثانیاً: مدلّس ہونے کی صورت میں بھی ان کی حدیث اس درجے کی ضعیف نہیں ہوگی کہ اپنی مثل ضعیف کے ساتھ حسن لغیرہ نہ ہوسکتے۔ تفصیل ان شاء اللہ عزوجل آگے آرہی ہے۔

الحدیث الثانی: حدیثِ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ حدیث کئی اسانید کے ساتھ مروی ہے جن میں پہلی سند معمولی ضعیف اور باقی شدید الضعیف ہیں، پہلی سند ہی حدیث سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کی شاہد بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، دیگر اسانید سے کچھ مزید قوت اس کو حاصل ہوگی۔

تفصیل ملاحظہ ہو:

امام ابو الشیخ الاصبہانی، امام ابو یعلی ثقہ سے، وہ عبد اللہ بن عمر بن محمد بن ابان صدوق سے، وہ عبد الکریم بن ہلال مجہول سے، وہ اسلم المکی مجہول سے، وہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ اور وہ حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱)

اس حدیث کے پہلے راوی: امام ابو یعلیٰ صاحب مسند ثقہ حافظ امام ہیں۔

دوسرے راوی: عبد اللہ بن عمر بن محمد بن ابان القرشی الجعفی ہیں، امام ابو حاتم نے آپ کو صدوق قرار دیا ہے، حافظ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۲)

تیسرے راوی: عبد الکریم بن ہلال الخلقانی ہیں: امام ذہبی لکھتے ہیں: لا یدری من

---

(۱)۔۔:((أمثال الحدیث)) ص ٣٨٤ رقم ٣٣٣

(۲)۔۔:((الثقات لابن حبان))ج ٨ ص ٣٥١ رقم ١٣٨٦١ ((الجرح والتعدیل)) ج ٥ رقم ٥٠٥

ھو.[۱]

چوتھے راوی: اسلم المکی ہیں، یہ عطاء بن ابی رباح کے والد ہیں، ابی رباح ان ہی کی کنیت ہے۔ ان کی توثیق وتجریح معلوم نہ ہو سکی۔

پانچویں راوی: حضرت سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ صحابی۔

اور چھٹے راوی: حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔

اس سند میں ضعف کی علت صرف عبد الکریم بن ہلال اور اسلم المکی کا مجہول ہونا ہے۔

حافظ دولابی نے "الکنی والاسماء" میں اس حدیث کو روح بن الفرج ثقہ سے روایت کرتے ہیں، وہ یحیی بن سلیمان ابو سعید الجعفی صدوق راوی سے اور وہ عبد الکریم بن ہلال سے۔ الخ[۲]

لیکن اس میں سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ براہ راست اسے روایت کرتے ہیں سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کا واسطہ نہیں، غالباً کسی راوی سے یہاں سقط واقع ہوا ہے۔

روح بن الفرج ابو الزنباع ثقہ راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

روح بن الفرج القطان أبو الزنباع -بكسر الزاي وسكون النون بعدها موحدة -المصري، ثقة[۳]

یہ اس حدیث کو یحیی بن سلیمان ابو سعید الکوفی الجعفی سے راویت کرتے ہیں، یہ صدوق راوی ہیں اور بسا اوقات ان سے خطا واقع ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

(۱)۔۔:((ميزان الاعتدال)) ج ٤ ص ٣٨٨ رقم ٥١٧٨

(۲)۔۔:((الكنى والأسماء للدولابي)) ج ١ ص ٢٣٢ رقم ٤١٩

(۳)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ٢٤٧ رقم ١٩٦٧

صدوق يخطيء[(١)]

اس حدیث کو امام طبرانی نے "معجم کبیر" میں بطریق علی بن عبد العزیز بن شابور روایت کیا ہے۔[(٢)]

یہ ثقہ مامون راوی ہیں، امام دار قطنی نے آپ کو ثقہ کہا ہے، ابو حاتم نے آپ کو صدوق کہا ہے۔[(٣)]

اس سند میں ان کے شیخ مسلم بن ابراہیم الفراہیدی ہیں یہ صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔[(٤)]

ان کے شیخ الحسن بن ابو جعفر ہیں، یہ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

ضعيف الحديث مع عبادته وفضله[(٥)]

علی بن زید بن جدعان یہ مختلف فیہ راوی ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

أحد الحفاظ وليس بالثبت، سمع سعيد بن المسيب وجماعة، وعنه شعبة وزائدة وابن علية وخلق، قال الدارقطني: لا يزال عندي فيه لين، قال منصور بن زاذان: لما مات الحسن قلنا لابن جدعان: اجلس مجلسه- حفاظ میں سے ایک ہیں اور ثبت نہیں، سعید بن مسیب اور ایک جماعت سے انہوں نے سماع کیا ہے اور ان سے امام شعبہ، زائدہ، ابن علیہ اور ایک بڑی تعداد نے روایت کیا ہے، امام دار قطنی فرماتے ہیں: میرے نزدیک ہمیشہ ان میں کمزوری

---

(١)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ٦٢٢ رقم ٧٥٦٤

(٢)۔۔:((المعجم الكبير)) ج ٣ ص ٤٥ رقم ٢٦٣٦

(٣)۔۔:((سؤالات حمزة السهمي للدارقطني)) ص ٢٦٧ رقم ٣٨٩)) ((التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد)) ص ٤٠٨ رقم ٥٤٤

(٤)۔۔:((الكاشف)) ج ٤ ص ٢٧٥ رقم ٥٤٠٥

(٥)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ١٩٧ رقم ١٢٢٢

رہی ہے، منصور بن زاذان کہتے ہیں: جب حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو ہم ابن جدعان سے کہا: آپ ان کی جگہ درس دیں۔[۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ضعیف[۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا معنی یہ بنے گا کہ ان کی کوئی توثیق معتبر نہیں پائی گئی، جیسا کہ آپ نے مقدمہ میں اس کی صراحت کی ہے۔

لیکن یہ بات درست نہیں، اس لیے کہ یعقوب بن شیبہ کی توثیق خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تہذیب التہذیب'' میں نقل کی ہے، نیز امام ترمذی نے ان کو صدوق قرار دیا ہے۔[۳]

لیکن جمہور نے ان کو ضعیف ہی قرار دیا ہے اور جرح بھی مفسّر ہے، مفسّر ہونے کے سبب یہ تعدیل پر ترجیح پائے گی۔

ان کے شیخ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ثقہ ثبت راوی ہیں۔

اس حدیث کو امام حاکم نے میمون بن اسحاق الہاشمی سے، وہ احمد بن عبد الجبار سے، وہ یونس بن بکیر سے، نیز امام حاکم نے اس کو احمد بن جعفر بن حمدان الزاہد سے، انہوں نے عباس بن ابراہیم القراطیسی سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل الاحمسی سے، یہ اور یونس بن بکیر، مفضل بن صالح سے، وہ ابو اسحاق السبیعی سے، وہ حنش الکنانی سے اور وہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

امام حاکم پہلی سند سے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وهذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه[۴]

دوسری سند سے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(۱)۔۔:((الكاشف)) ج ٣ ص ٤٤٥ رقم ٣٩١٦

(۲)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ٤٣٢ رقم ٤٧٣٤

(۳)۔۔:((تهذيب التهذيب)) ج ٥ ص ٦٨٦ رقم ٤٨٧٨

(۴)۔۔:((المستدرك على الصحيحين)) ج ٤ ص ٢٣٥ رقم ٣٣٥١

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه[1]

امام ذہبی پہلے مقام پر ''تلخیص''میں لکھتے ہیں:

مفضل خرج له الترمذي فقط ضعفوه- مفضل سے فقط امام ترمذی نے روایت کی ہے اور محدّثین اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

مفضل واه مفضل سخت ضعیف ہے۔

امام حاکم کی اس سند میں متعدّد علل ہیں، حکم یہی ہے کہ یہ سند بھی ضعیف ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے محمد بن احمد بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے، وہ احمد بن محمد بن سوادہ سے روایت کرتے ہیں، یہ صدوق راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أحمد بن محمد بن سوادة ويعرف بحشيش كوفي نزل بغداد وحدث بها عن عبيدة بن حميد قال الدارقطني: لا يحتج به وقال الخطيب: روى عنه محمد بن مخلد وما رأيت أحاديثه إلا مستقيمة انتهى وذكره ابن أبي حاتم فقال: كتبنا شيئا من حديثه فلم يقض لنا السماع منه- احمد بن محمد بن سوادہ خشیش کے لقب سے معروف ہیں، کوفی ہیں، بغداد میں حاضر ہوئے اور یہاں عبیدہ بن حمید سے حدیث روایت کی۔ دار قطنی کہتے ہیں: ان سے استدلال نہیں کیا جائے گا، خطیب کہتے ہیں ان سے محمد مخلد نے احادیث روایت کی ہیں اور ان کی احادیث مستقیم ہی ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں: ہم نے ان کی احادیث میں سے کچھ لکھی ہیں، لیکن ہمیں ان سے سماع کا موقع نہیں ملا سکا۔[2]

وہ اس حدیث کو عمرو بن عبد الغفار ہالک متروک سے روایت کرتے ہیں۔

''لسان المیزان''میں ہے:

---

(۱)۔۔:((المستدرك على الصحيحين)) ج ٦ ص ١٨٩ رقم ٤٧٧١

(۲)۔۔:((لسان الميزان)) ج ١ ص ٦٠٨-٦٠٩ رقم ٧٥٧

عمرو بن عبد الغفار الفقيمي عن الأعمش وغيره، قال أبو حاتم: متروك الحديث، وقال ابن عدي: اتهم بوضع الحديث، وقال ابن المديني: تركته لأجل الرفض، وقال العقيلي وغيره: منكر الحديث- عمرو بن عبد الغفار الفقیمی، اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے، ابو حاتم کہتے ہیں: یہ متروک الحدیث ہے، ابن عدی کہتے ہیں: اس پر وضع حدیث کی تہمت ہے، ابن مدینی کہتے ہیں: میں نے اس کو اس کے رفض کی وجہ سے چھوڑ دیا، عقیلی وغیرہ کہتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔(۱)

اس نے یہ حدیث حسن بن عمرو الفقیمی ثقہ ثبت راوی سے روایت کی ہے۔(۲)

وہ ابو اسحاق السبیعی ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(۳)

وہ حنش بن المعتمر صدوق راوی سے روایت کرتے ہیں۔(۴)

نیز امام طبرانی نے اس حدیث کو عثمان بن ابی شیبہ ثقہ سے روایت کیا ہے۔(۵)

انہوں نے علی بن حکیم الاودی ثقہ سے روایت کیا ہے۔(۶)

وہ عمرو بن ثابت الکوفی متروک سے روایت کرتے ہیں۔(۷)

وہ سماک بن حرب مختلف فیہ سے وہ حنش بن المعتمر صدوق سے روایت کرتے ہیں۔

امام آجری "الشریعہ" میں اس حدیث کو ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبد الحمید القطان الواسطی ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔(۸)

---

(۱)--:((لسان الميزان)) ج ٦ ص ٢١٥ رقم ٥٨١٩

(۲)--:((تقريب التهذيب)) ص ٢٠٠ رقم ١٦٢٩

(۳)--:((تقريب التهذيب)) ٤٥٣ رقم ٤٧٧١

(۴)--:((تقريب التهذيب)) ص ٢١٩ رقم ١٥٧٧

(۵)--:((تقريب التهذيب)) ص ٤١٧ رقم ٤٥١٣

(۶)--:((تقريب التهذيب)) ص ٤٣١ رقم ٤٧٢٣

(۷)--:((تقريب التهذيب)) ص ٤٤٩ رقم ٤٩٩٥

(۸)--:((تاريخ بغداد)) ج ١١ ص ٣١٥ رقم ٥١٧٧

وہ ہارون بن عبد اللہ البزار ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ [(۱)]
وہ سیار بن حاتم صدوق سے۔ [(۲)]
وہ جعفر بن سلیمان الضبعی صدوق شیعی سے روایت کرتے ہیں۔ [(۳)]
وہ عمارہ بن جوین ابو ہارون متروک سے روایت کرتے ہیں اور وہ کسی مبہم شیخ سے روایت کرتا ہے اور وہ حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ [(۴)]

حاصل یہ ہے کہ اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں، پہلی سند میں ضعف محتمل ہے اور یہ بخوبی حدیث عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کی شاہد بن جائے گی، جب کہ بقایا اسناد شدید الضعیف ہیں۔

الحدیث الثالث: حدیث سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالی حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

((إنما مثل أهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها غرق وإنما مثل أهل بيتي فيكم مثل باب حطة في بني إسرائيل من دخله غفر له)) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اہلِ بیت کی تمہارے درمیاں مثال نوح علیہ السلام کے سفینے کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے جدا رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہلِ بیت کی مثال تمہارے لیے ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ جو اس میں داخل ہوا

---

(۱)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ٥٩٩ رقم ٧٢٣٥
(۲)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ٢٩٦ رقم ٢٧١٤
(۳)۔۔:((تقريب التهذيب)) ص ١٧٩ رقم ٩٤٢
(۴)۔۔:((الشريعة)) ج ٥ ص ٢٢١٤ رقم ١٧٠٠

وہ بخشا گیا۔[۱]

اس کے پہلے راوی محمد بن عبد العزیز بن محمد بن ربیعہ الکلابی ابو ملیل ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں۔

حمزہ بن یوسف السہمی کہتے ہیں:

سألته عن محمد بن عبد العزيز بن محمد بن ربيعة الكلابي أبي مليل الكوفي في بغداد، فقال: ثقة میں نے امام دار قطنی سے محمد بن عبد العزیز بن محمد بن ربیعہ الکلابی ابو ملیل الکوفی کے متعلق بغداد میں سوال کیا تو فرمایا: ثقہ ہیں۔[۲]

دوسرے راوی ان کے والد عبد العزیز بن محمد بن ربیعہ الکلابی ہیں، یہ مجہول الحال راوی ہیں۔

تیسرے راوی عبد الرحمن بن ابو حماد شکیل ہیں یہ بھی مجہول الحال راوی ہیں۔

چوتھے راوی: ابو سلمہ راشد الفزاری الصائغ ہیں۔

پانچویں راوی: عطیہ العوفی ہے، یہ صدوق لیکن کثیر التدلیس ہیں، نیز ان میں تشیع اور تفضیلیت پائی جاتی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عطية بن سعد العوفي الكوفي، تابعي معروف ضعيف الحفظ، مشهور بالتدليس القبيح عطیہ بن سعد العوفی کوفی، تابعی ہیں، معروف راوی ہیں، ضعیف الحفظ ہیں اور قبیح تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔[۳]

حاصل یہ کہ جہالت رواۃ اور عطیہ العوفی کے سبب یہ سند بھی ضعیف ہے۔

الحدیث الرابع: حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

امام طبرانی، امام بزار، حافظ ابو نعیم، حافظ قضاعی رحمہم اللہ تعالی حضرت سیدنا عبد

---

(۱)۔۔:((المعجم الصغير)) ج ٢ ص ٨٤ رقم ٨٢٥ ((المعجم الأوسط)) ج ٦ ص ٨٥ ٨٥ رقم ٥٨٧٠

(۲)۔۔:((سؤالات حمزة بن يوسف السهمي للدارقطني وغيره من المشائخ)) ص ٨٢ رقم ٢٨

(۳)۔۔:((طبقات المدلسين)) ص ٥٠ رقم ١٢٢

اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركب فيها نجا ومن تخلف عنها غرق-(۱)

ان ائمہ نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ اس حدیث کو مسلم بن ابراہیم کے طریق سے روایت کیا ہے۔

مسلم بن ابراہیم الازدی الفراہیدی۔ ثقہ راوی ہیں۔

مسلم بن ابراہیم اس حدیث کو جعفر بن ابی الحسن سے روایت کرتے ہیں، یہ مختلف فیہ راوی ہیں، عند الجمہور ضعیف ہیں۔

یہ اس حدیث کو ابو الصہباء سے روایت کرتے ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں، امام ذہبی لکھتے ہیں:

أبو الصهباء الكوفي عن سعيد بن جبير وعنه حماد بن زيد وعدة ثقة-(۲)

ابو الصہبا اس حدیث کو سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے اور وہ اس حدیث کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں کلام صرف جعفر بن ابی الحسن پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔

الحدیث الخامس: حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ

خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں یہی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے۔(۳)

(۱)۔۔:((المعجمم الكبير)) ج۳ ص ٤٦ رقم ٢٦٣٨ ((مسند البزار)) ج۱۱ ص ۳۲۹ رقم ٥١٤٢ ((حلية الاولياء)) ج ٤ ص ٣٠٤ ((مسند الشهاب القضاعي)) ج۲ ص ۲۷۳ رقم ۱۳٤۲

(۲)۔۔:((الكاشف)) ج ۲ ص ٤٣٦ رقم ٦٦٩٢

(۳)۔۔:((تاريخ بغداد)) ج ۱۳ ص ٥٦٩ رقم ٤٠٤٢ ترجمة علي بن محمد بن شداد

اس سند میں راوی ابان بن ابی عیاش متروک ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

أبان بن أبي عياش فيروز البصري أبو إسماعيل العبدي متروك-(۱)

لہٰذا یہ سند بھی شدید ضعیف ہے۔

الحدیث السادس: حدیث سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ

حافظ ابن ابی شیبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں:

إنما مثلنا في هذه الأمة كسفينة نوح وكباب حطة في بني إسرائيل- ہماری مثال اس امت میں نوح علیہ السلام کی کشتی اور بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے۔(۲)

اس کے پہلے راوی معاویہ بن ہشام القصار ہیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

معاوية بن هشام القصار كوفي ثقة-(۳)

تقریب میں ہے:

صدوق له أوهام-(۴)

دوسرے راوی عمار بن رزیق الضبی ابو الاحوص الکوفی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

لا بأس به(۵)

تیسرے راوی امام اعمش ثقہ مدلس ہیں۔

---

(۱)--:((تقريب التهذيب)) ص ١٦٥ رقم ١٤٢

(۲)--:((المصنف لابن أبي شيبة)) ج ١٧ ص ١٢٦ رقم ٣٢٧٧٨

(۳)--:((الكاشف)) ج ٢ ص ٢٧٧

(۴)--:((تقريب التهذيب)) ص ٥٦٨ رقم ۶۷۷۱

(۵)--:((تقريب التهذيب)) ص ٤٣٨ رقم ٤٨٢١

چوتھے منہال بن عمرو الاسدی ثقہ راوی ہیں۔
پانچویں راوی عبد اللہ بن الحارث الانصاری البصری ابو الولید ہیں، یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (۱)

یہ حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔
لہذا یہ سند بھی معمولی ضعیف قرار پائے گی اور حدیث مرفوع کی مؤید بنے گی۔
محب الدین الطبری رحمہ اللہ تعالی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت کو "ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی" میں ابن السری کے حوالے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ (۲)

اس تمام تر تفصیل سے واضح ہوا کہ ائمہ حدیث نے جو ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے بعض طرق بعض کے مؤید ہیں، وہ بالکل صحیح تھا۔

البانی کے اعتراضات کے جوابات:

البانی نے اپنے ضعیف سلسلے میں اس حدیث کے مختلف طرق پر جرح کی ہے، پھر آخر میں لکھا:

وبهذا التخريج والتحقيق، يتبين للناقد البصير أن أكثر طرق الحديث شديدة الضعف، لا يتقوى الحديث بمجموعها-اس تخریج اور تحقیق سے ناقد بصیر کے لیے ظاہر ہو گیا کہ حدیث کے اکثر شدید ضعیف ہیں، حدیث اپنے جمیع طرق کے ساتھ بھی قوی نہیں ہو گی۔ (۳)

یہ موصوف کی اصول حدیث سے عدمِ واقفیت یا ہوس کا نتیجہ ہے، ورنہ اس کے طرق کا ایک دوسرے کے لیے قوت کا سبب ہونا ائمہ کی تصریح اور تحقیق کے ساتھ آپ پڑھ چکے ہیں، خود البانی نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث پر

---

(۱)۔۔:((تقريب التهذيب)) ٣٣٤ رقم ٣٢٦٦
(۲)۔۔:((ذخائر العقبى)) ص ٢٠
(۳)۔۔:((سلسلة الأحاديث الضعيفة)) ج ١٠ ص ٨

فقط اتنی جرح کی ہے:

وعبد الله بن لهيعة ضعيف، لسوء حفظه- عبد اللہ بن لہیعہ سوء حفظ کے سبب ضعیف ہے۔

جب کہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کے دو طرق پر طعن کرنے کے بعد لکھا:

''ثم رأيت للحديث طريقاً ثالثاً: يرويه عبد الكريم بن هلال القرشي قال: أخبرني أسلم المكي: حدثنا أبو الطفيل:أنه رأى أبا ذر'' پھر میں نے حدیث کا تیسرا طریق دیکھا جسے عبد الکریم بن ہلال القرشی نے اسلم المکی سے، وہ حضرت ابو الطفیل اور وہ حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں۔(۱)

لیکن نجانے کیوں اس سند پر اصلاً کوئی کلام نہیں کیا اور ہم مفصلاً لکھ چکے ہیں کہ اس میں کلام صرف عبد الکریم بن ہلال القرشی اور اسلم المکی کے مجہول ہونے کا ہے اور جہالت ضعف شدید کا سبب نہیں ہوتی۔

اسباب طعن جن کی وجہ سے حدیث ضعیف قرار پاتی ہے دس ذکر کیے گئے ہیں، ان میں سب سے ہلکا سوء حفظ ہے اور جہالتِ راوی آٹھواں سبب ہے، یعنی یہ بھی ضعف محتمل قریب کا سبب ہے اور ان دونوں کی حدیث متابعت وشاہد کے ذریعے حَسَن لغیرہ ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

ومتى توبع السيىء الحفظ كأن يكون فوقه أو مثله لا دونه، وكذا المختلط الذي لا يتميز، والمستور، والإسناد المرسل، وكذا المدلس إذا لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لا لذاته بل وصفه بذلك باعتبار المجموع من المتابع والمتابَع لأن كل واحد منهم احتمال كون

(۱)۔۔:((سلسلة الأحاديث الضعيفة))ج ۱۰ ص ۸

روايته صوابا أو غير صواب على حد سواء، فإذا جاءت من المعتبَرين رواية موافقة لأحدهم رجع أحد الجانبين من الاحتمالين المذكورين، ودل ذلك على أن الحديث محفوظ فارتقى من درجة التوقف إلى درجة القبول والله تعالى أعلم- جب سيئ الحفظ کی متابعت کی جائے، جیسا کہ (متابع) اس سے بڑھ کر ہو یا اس کی مثل ہو اس سے کم نہ ہو، اسی طرح وہ مختلط جس کے بارے میں امتیاز نہ ہو سکے، مستور اور اسناد مرسل کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح مدلس کی حدیث کا حکم ہے جب کہ اس نے کس کو حذف کیا ہے معلوم نہ ہو سکے تو ان کی حدیث حسن ہو جاتی ہے، حسن لذاتہ نہیں، بلکہ متابِع اور متابَع کے مجموعہ کی وجہ سے یہ حسن سے متصف ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے احتمال ہے کہ جب یہ تنہا روایت کریں تو اس کی روایت صواب پر ہو یا صواب پر نہ ہو، پس جب ان میں سے ایک پہلو کے لیے اس کی موافق روایت ان کی طرف سے آگئی جن کا اعتبار کیا جا سکتا ہے تو دونوں احتمالوں میں سے ایک جانب راجح ہو گئی اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث محفوظ ہے، تو یہ درجۂ توقف سے درجۂ قبول تک ترقی کر جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

بلکہ محدّثین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جب شدید الضعیف راویوں کی حدیث بھی کثرت طرق سے مروی ہو تو یہ تمام اسانید مل کر سندِ ضعف قریب تک پہنچ جاتی ہیں، اب اگر کوئی دوسری سند ضعف قریب والی ملتی ہے تو یہ دونوں مل کر حَسَن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہیں، ہماری اسی حدیث میں اگر حدیث سیدنا ابو غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی سند کے علاوہ دیگر اسانید کے مجموعے کو دیکھا جائے گا تو یہ کثرتِ طرق سے ضعف قریب تک پہنچ جائے گا اور اس پہلے طریق کے لیے متابع وشاہد قرار پائے گا۔ یوں حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر بھی یہ حدیث حَسَن لغیرہ بنتی ہے اور حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سونے پر سہاگہ ہے۔

---

(۱)۔۔:((نزهة النظر بشرحه بهجة النظر)) ص ٤٠٥-٤٠٩

حافظ محمد بن صادق السندی المدنی (المتوفی ۱۱۸۷ھ) لکھتے ہیں:

قال البقاعي: الضعيف الواهي أي الذي لا يعتبر به ربما كثرت طرقه حتى أوصلته إلى درجة رواية المستور والسيء الحفظ بحيث أن ذلك الحديث إذا كان مرويا بإسناد آخر فيه ضعف قريب محتمل فإنه يرتقي بمجموع ذلك إلى درجة الحسن، لأنا قد جعلنا مجموع تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق الذي فيه ضعف يسير فصار ذلك بمنزلة طريقين كل منهما ضعفه يسير- حافظ بقاعی فرماتے ہیں: شدید ضعیف یعنی جو اعتبار کے قابل نہیں ہوتی بسا اوقات اس کی سندیں کثیر ہوتی ہیں جو اسے مستور اور سیئ الحفظ کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں، پھر اگر یہ حدیث دوسری کسی ایسی سند سے مروی ہو جس میں ضعف قریب محتمل ہو تو ان کا مجموعہ درجۂ حسن تک ترقی کر جائے گا، اس لیے کہ ہم نے شدید ضعیف سندوں کے مجموعہ کو اس سند کے درجہ میں رکھا تھا جس میں معمولی ضعف ہو، اب یہ دو سندوں کے درجے میں ہو گیا جن میں سے ہر ایک میں ضعف یسیر ہے۔ (۱)

اسی کی مثل کلام حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تدریب الراوی'' میں نقل کیا ہے۔

اس پر شیخ محمد عوامہ تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومعنى هذا أن الضعيف الشديد الضعف قد يرتقي إلى رتبة الضعيف المتوسط الضعف بكثرة طرقه ، وهذه الكثرة ترتقي إلى الحسن لغيره إذا اعتضدت بإسناد مثلها متوسط الضعيف اس کا معنیٰ کا یہ ہے کہ وہ ضعیف جس میں بشدت ضعف ہو کثرت طرق کے سبب اس ضعیف تک پہنچ جاتی ہے جس میں ضعف متوسط ہو، پھر اگر یہ حدیث دوسری ایسی سند سے قوت پائے جس میں ضعف متوسط ہو تو یہ حَسَن لغیرہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (۲)

---

(۱)۔۔:((بهجة النظر على شرح نخبة الفكر)) ص ٤٠٩

(۲)۔۔:((تدريب الراوي مع تعليقات الشيخ محمد عوامه)) ج ٣ ص ٧٦

لہذا البانی کا یہ اعتراض بالکل باطل ہے اور حدیث مذکور حَسَن لغیرہ تک پہنچتی ہے۔

ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب:

ابن تیمیہ نے حسب عادت اس حدیث پر بھی اعتراض کیا ہے اور ایک بدعتی بات اس حدیث کے حوالے سے لکھی ہے۔ "منہاج السنہ" میں لکھتا ہے:

«مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح» فهذا لا يعرف له إسناد لا صحيح، ولا هو في شيء من كتب الحديث التي يعتمد عليها، فإن كان قد رواه مثل من يروي أمثاله من حطاب الليل الذين يروون الموضوعات فهذا ما يزيده وهنا. میرے اہلِ بیت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی طرح ہے، اس کی کوئی سند معروف نہیں اور نہ یہ حدیث صحیح ہے اور نہ ہی یہ حدیث کی ان کتب میں ہے جن پر اعتماد کیا جاتا ہے، ہاں! اس حدیث کو روایت کرنے والے ان کی مثل ہیں جو رات میں لکڑیاں چننے والے ہیں، جو موضوعات کو روایت کرتے ہیں اور یہ بات اس کی کمزوری میں اضافہ ہی کرے گی۔

اقول وباللہ التوفیق:

موصوف اتنا کہہ کر نکلتے بنے کہ اس کی اسناد معروف نہیں، لیکن اس کی اسناد پر اصلاً کوئی کلام نہیں کیا، گزشتہ صفحات میں اس حدیث کی اسناد پر ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں،

دوسری بات موصوف نے لکھی کی کہ یہ حدیث، احادیث کی معروف کتب میں نہیں، ماقبل میں آپ اس حدیث کی تخریج ملاحظہ کر چکے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے "فضائل الصحابہ" میں، امام طبرانی نے "معاجم ثلاثہ" میں، حافظ بزار اور حافظ ابویعلیٰ نے اپنی "مسانید" میں، امام آجری نے "الشریعۃ" میں، حافظ دولابی نے "الکنی والاسماء" میں، امام حاکم نے "مستدرک" میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ کیا یہ سب ائمہ حاطب اللیل ہیں؟ کیا ان کی کتب پر اعتماد نہیں کیا جاتا؟ کیا ان کی کتاب میں حدیث کا ہونا حدیث کے ضعف میں اضافہ کرے گا؟ کیا امام احمد، حافظ طبرانی، حافظ ابو یعلی،

حافظ بزار حاطب اللیل ہیں؟

ثانیاً اصل اعتبار سند کا ہے اور اسانید اس کی کثیر ہیں جن سے اس حدیث کا حسن ہونا محقق ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ان اسانید پر کلام کے بعد موصوف اس حدیث پر کوئی حکم صادر کرتے، لیکن بطور تحکم اس حدیث کو بے اصل کہہ ڈالا جو ان کے متبعین کے لیے تو حجت ہو سکتا ہے، اہلِ سنت کے لیے نہیں۔

الحمد للہ اس تمام تر تفصیل سے دونوں احادیث کا حسن ہونا ثابت ہو گیا ہے، اللہ جل شانہ ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور آل پاک علیہم الرضوان کی تعظیم و تکریم کرنے کی سعادت عظمی نصیب فرمائے۔ ان کی محبت ہمیں ہماری نسلوں کو عطا فرمائے۔

ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے اور اس میں جو غلطی، اخلاص کی کمی ہوئی، اللہ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے۔ آمین یارب العلمین بجاہ طہ وامین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اجمعین۔

گدائے در صحابہ واہلِ بیت: ابو حمزہ محمد حسان عطاری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

المصادر والمراجع

1-اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للحافظ أحمد بن أبي بكر البوصيري، تحقيق ياسر إبراهيم، دار الوطن ط/ الأولى ١٤٢٠هـ

2-إجمال الإصابة في أقوال الصحابة، للحافظ صلاح الدين العلائي، تحقيق محمد سليمان الأشقر، جمعية إحياء التراث العربي ط/ الأولى ١٤٠٧هـ

3-الإحكام في أصول الأحكام، لابن حزم الظاهري، تحقيق أحمد شاكر، دار الآثار ط/ الثانية ١٤٣٠هـ

4-إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة، لعلامة عبد الحي الكنوي، تحقيق عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر ط/ الثالثة ١٤١٩هـ

5-الأمالي المطلقة، للحافظ ابن حجر العسقلاني، تحقيق حمدي سلفي، المكتب الإسلامي ط/ الأولى ١٤١٦هـ

6-إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال، للحافظ علاء الدين مغلطائي، تحقيق عادل بن محمد وأسامة بن إبراهيم، الفاروق الحديثة ط/ الأولى ١٤٢٢هـ

7-البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير، للحافظ ابن الملقن، تحقيق مصطفى أبو الغيظ وغيره، طبع دار الهجرة الرياض ط/ الأولى ١٤٢٥هـ

8-تنقيح الأنظار في معرفة علوم الآثار، للشيخ محمد بن الوزير، تحقيق محمد صبيحي وعامر حسين، دار ابن حزم ط/ الأولى ١٤٢٠هـ

9-تاريخ بغداد مدينة السلام، للخطيب البغدادي، تحقيق صدقي جميل العطار، طبع دار الفكر ط/ الأولى ١٤٢٤هـ

10-تاريخ الإسلام، للحافظ الذهبي، تحقيق عمر عبد السلام تدميري،

دار الكتاب العربي ط/ الأولى ١٤٠٧ﻫ
11–تحفة الأخيار بإحياء سنة سيد الأبرار ومعه نخبة الأنظار على تحفة الأخيار، للعلامة عبد الحي اللكنوي، تحقيق عبد الفتاح أبو غدة، دار القلم ط/ الأولى ١٤١٢ﻫ
12–تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، للحافظ السيوطي، تحقيق محمد عوامة، دار المنهاج ط/ الأولى ١٤٣٧ﻫ
13–الثقات ممن لم تقع في الكتب الستة، للحافظ قاسم بن قطلوبغا، تحقيق شادي بن محمد، دار ابن عباس ط/ الأولى ١٤٣٢ﻫ
14–تخريج الأحاديث والاثار الواقعة في تفسير الكشاف، للحافظ الزيلعي، اعتناء سلطان الطبيشي، دار ابن خزيمة ط/ الأولى ١٤٢٤ﻫ
15–تذكرة الحفاظ، للحافظ ابن طاهر المقدسي القيسراني، تحقيق حمدي، دار الصيمعي ط/ الثانية ١٤٢٨ﻫ
16–تعليقات الإمام أحمد رضا خان على ميزان الاعتدال، مخطوط
17–تهذيب التهذيب، للحافظ ابن حجر العسقلاني، تحقيق صدقي جميل العطار، دار الفكر
18–جامع بيان العلم وفضله، للحافظ ابن عبد البر، تحقيق أبو عبد الرحمن فواز أحمد، مؤسسة الريان ط/ الأولى ١٤٢٤ﻫ
19–جامع الترمذي، للإمام الترمذي، تحقيق أحمد شاكر، دار الحديث القاهرة ١٤٢٦ﻫ
20–الجرح والتعديل، للحافظ عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي، تحقيق مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية ط/ الأولى ١٤٢٢ﻫ
21–حاشية المشكاة للسيد الشريف جرجاني، مكتبة البشرى كراتشي
22–خلاصة الافكار شرح مختصر المنار، للحافظ قاسم بن قطلوبغا، تحقيق الدكتور زهير بن ناصر الناصر، دار الكلم الطيب ط/ الأولى

١٤١٣هـ
23-الرفع والتكميل في الجرح والتعديل، للعلامة اللكنوي، تحقيق عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية ط/ التاسعة ١٤٣٣هـ
24-رفع الحاجب عن مختصر ابن حاجب، للإمام تاج الدين السبكي، تحقيق علي محمد معوص وعادل أحمد، عالم الكتب ط/ الأولى ١٤١٩هـ
25-شرح علل الترمذي، للحافظ ابن رجب الحنبلي، تحقيق دكتور نور الدين عتر، دار البيروتي ط/ الخامسة ١٤٢٩هـ
26-شرح الشفاء، للعلامة علي القاري، تحقيق عبد الله محمد الخليلي، دار الكتب العلمية ط/ الأولى ١٤٢١هـ
27-الشريعة، للإمام الاجري تحقيق عبد الله بن عمر الدميجي، دار الوطن الرياض ط/ الثانية ١٤٢٠هـ
28-الصحابة نجوم الاهتداء، للإمام تاج الشريعة أختر رضا خان الأزهري، تحقيق نجاح عوض صيام، دار المقطم
29-صحيح مسلم، للإمام مسلم، دار الجيل بيروت
30-صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، تحقيق شعيب الأرنؤوط، موسسة الرسالة ط/ الثانية ١٤١٨هـ
31-صحيح ابن خزيمة، للإمام ابن خزيمة، تحقيق محمد مصطفى الأعظمي، المكتب الإسلامي ط/ الثالثة ١٤٢٤هـ
32-فتح الإله في شرح المشكاة، للإمام ابن حجر الهيتمي، تحقيق أحمد فريد المزيدي، دار الكتب العلميه ط/ الأولي ١٤٣٦هـ
33-العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية، للإمام أحمد رضا خان، بإشراف العلامة عبد القيوم الهزاروي، رضا فاؤنديش لاهور
34-فتوح الغيب في الكشف عن قناع الريب، للحافظ الطيبي، طبع دبئى بإشراف محمد عبد الرحيم ط/ الأولى ١٤٣٤هـ

35-فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، لبحر العلوم عبد العلي محمد، تحقيق إبراهيم محمد رمضان، طبع دار أرقم
36-فتح المغيث بشرح ألفية الحديث، للحافظ السخاوي، تحقيق صلاح محمد محمد عويضة، دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ
37-الكاشف عن حقائق السنن المعروف بشرح الطيبي على مشكاة المصابيح، للحافظ شرف الدين الطيبي، تحقيق عبد الحميد هنداوي، مكتبة نزار مصطفى الطبعة الأولى ١٤١٧هـ
38-الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، للحافظ الذهبي، تحقيق الشيخ محمد عوامة، دار اليسر ط/ الثانية ١٤٣٠هـ
39-كتاب المجروحين لابن حبان، تحقيق حمدي، دار الصميعي ط/ الأولى ١٤٢٠هـ
40-كتاب الضعفاء، للحافظ العقيلي، تحقيق مازن السرساوي، دار ابن عباس ط/ الثانية ١٤٢٩هـ
41-الكامل في ضعفاء الرجال، للحافظ ابن عدي، مكتبة الرشد، تحقيق مازن السرساوي ط/ الأولى ١٤٣٤هـ
42-الكاف الشاف في تخريج أحاديث الكشاف، للحافظ ابن حجر عسقلاني، دار المعرفة بيروت
43-لسان الميزان، للحافظ ابن حجر عسقلاني، باعتناء الشيخ عبد الفتاح أبو غده، دار البشائر الإسلامية ط/ الأولى ١٤٢٣هـ
44-المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر، للحافظ بدر الدين الزركشي، تحقيق حمدي السلفي، دار الأرقم ط/ ١٤٠٤هـ
45-مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة، للحافظ البوصيري، تحقيق محمد المنتقى الكشناوي، دار العربية
46-المؤتلف والمختلف، للإمام الدارقطني، تحقيق موفق بن عبد القادر،

دار العرب الإسلامي
47-ميزان الاعتدال في نقد الرجال، للحافظ الذهبي، تحقيق علي محمد معوض وعادل أحمد، دار الكتب العلمية ط/ الثانية ١٤٢٩هـ
48-موافقة الخُبر الخبر في تخريج أحاديث المختصر، للحافظ ابن حجر العسقلاني، تحيق حمدي وسامرائي، مكتبة الرشد ط/ الثانية ١٤١٤هـ
49-مسند الشهاب، للقاضي أبي عبد الله محمد القضاعي، تحقيق حمدي، دار الرسالة العالمية ط/ الثالثة ١٤٣١هـ
50-المنتخب من مسند عبد بن حميد، للحافظ أبي محمد الكشي، تحقيق أحمد بن إبراهيم، دار ابن عباس ط/ الأولى ١٤٣٠هـ
51-المدخل إلى علم السنن، للإمام البيهقي، تحقيق محمد عوامه، دار اليسر ط/ الأولى ١٤٣٧هـ
52-المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، للحافظ ابن حجر العسقلاني، تحقيق سعد بن ناصر، دار العاصمة ط/ الأولى ١٤١٩هـ
53-الميزان الكبري، للإمام الشعراني، تحقيق عبد الرحمن عميرة، عالم الكتب ط/ الأولى ١٤٠٩هـ
54-النكت على مقدمة ابن الصلاح، للحافظ الزركشي، تحقيق زين العابدين بن محمد بلا فريج، أضواء السلف ط/ الأولى ١٤٢٩هـ

طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

العروۃ فی الحج والعمرۃ

فتاویٰ حج وعمرہ

مؤلف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

مرتب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان قادری ضیائی مدظلہ العالی
(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر
جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

توہینِ رسالت اور اسلامی قوانین

تالیف
شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج
علامہ عبد اللہ فہیمی مدظلہ العالی

ترجمہ و حواشی
مفتی ابو محمد اعجاز احمد مدظلہ العالی

تقدیم
حضرت علّامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(شیخ الحدیث و رئیس دار الافتاء جامعۃ النور)

ناشر
جمعیتِ اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت وتقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق وادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے